ماہنامہ
آنکھ مچولی
کراچی

اچھا!
بہت ہی اچھا
اچھی!
بہت ہی اچھی
اچھا!
بہت ہی اچھا
اچھا!
بہت ہی اچھا
قومی مشروب
نورس
اچھا تو ہے نورس کے بنا
بہت ہی اچھا نورس سے بنا

ماہنامہ

آنکھ مچولی

کراچی

جلد نمبر ۱ - شمارہ نمبر ۲

اگست ۱۹۸۶ء، ذیقعد، ذی الحجہ ۱۴۰۶ھ

سرپرست
ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

مُدیرِ اعلیٰ
ظفر محمود شیخ

مُدیرِ مسئول
تجمل حسین چشتی

مُدیرانِ اعزازی
امجد اسلام امجد
محمد سلیم مُغل

قانونی مُشیر
خواجہ عدیل احمد (ایڈوکیٹ)

ناظم اشتہارات وسرکولیشن
طارق ظفر برنی

قیمت: ۵ رُوپے

زرِ سالانہ مع خصوصی شمارے

۴۰ روپے (عام ڈاک سے)
۷۰ روپے (بذریعہ رجسٹری)

ماہنامہ آنکھ مچولی کراچی میں شائع ہونے والی کہانیاں اور ان کے کردار اور واقعات فرضی ہیں کسی اتفاقیہ مماثلت کی صورت میں ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا

ناشر: ظفر محمود شیخ طابع: زاہد علی مطبع: لاریب پرنٹنگ پریس ایم اے جناح روڈ کراچی مقامِ اشاعت: ۱۱۲- ڈی - سائیٹ کراچی ۱۶

گرین گائیڈ اکیڈمی - زیرِ سرپرستی (ضمیر الدین میموریل آرگنائزیشن) ۱۱۲- ڈی - نورس روڈ - سائٹ - کراچی ۱۶

The Height of Delight!

Montgomery

Biscuits, Sweets and Toffees

M-K/13.8.84

ORIE

ڈاک ڈاک کس کی ڈاک ۷

لازوال قربانی ۱۱

گانے والا پکھوا ۲۲

تجوری عید کی خصوصی کہانی ۲۷

مشاغل کی کہانی ۳۳

بل بنام ۴۰

شیر کی دم ۴۷

میکسیکو ورلڈ کپ ۱۹۸۶ء ۵۱

جیسے کو تیسا ۵۷

نقل چور حق اسکواڈ ۶۵

ڈولفن انسان دوست مچھلی ۷۴

لذّے دار لطیفے ۸۰

جن دادا آپ ۸۴

دائرۂ معلومات ۹۱

بینگن کو پولیس لے گئی ۹۷

زلزلہ اور زمینی تغیرات ۱۱۳

آؤ ملائیں ہاتھ قلمی دوستی ۱۲۳

اچھّی بات

آسمان پر اُڑتے ہوئے پرندے نے زمین پر مکئی کا دانہ دیکھا تو جھپٹ کر اُسے اُچک لینا چاہا مگر وہ دانہ تو اُسے پھانسنے کے لیے ایک جال میں لگایا گیا تھا لہٰذا پرندہ جال میں پھنس گیا۔

یہ تھا لالچ کا انجام ..... لالچ نے پرندے کو اس قدر اندھا کر دیا کہ اُسے چھوٹا سا دانہ تو نظر آگیا مگر بہت بڑا جال نظر نہ آیا۔

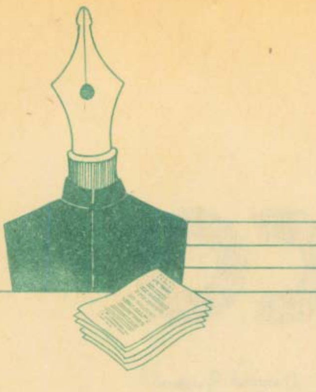

بات چیت

السلام علیکم دوستو

سب سے پہلے تو آپ سب کو عید قربان اور عید آزادی کی مبارکباد
یوم عید اور یوم آزادی کے استقبال کی تیاریوں کے ساتھ آنکھ مچولی حاضر ہے.. پڑھئے اور بتایئے کیسا لگا آپ کو یہ دوسرا شمارہ؟ اس بار عید الضحٰی اور جشن آزادی کے موقع پر ہم نے نہ صرف آنکھ مچولی کے صفحات بڑھا دیئے ہیں بلکہ رنگین اور خوبصورت اسٹیکر بھی آپ کو مفت دے رہے ہیں .. اپنے وعدے کے مطابق قلمی دوستی اور آپ کے خطوط کے جوابات کا سلسلہ بھی شروع کردیا ہے ... آپ کو پہلے کے بعد اب دوسرے شمارے میں اگر کچھ واضح اور بہتر تبدیلیاں نظر آئی ہیں تو پھر یقین رکھیں کہ آنکھ مچولی دن بہ دن بہتر ہوتا رہے گا ... بس آپ کا تعاون شرط ہے۔ ایک خوشخبری آپ کو اور سنا دیں... "ماہ آئندہ" سے ہم بچوں کی تحریروں پر مشتمل ایک نئے سیکشن کا بھی آغاز کر رہے ہیں اور آپ کے لئے ایک سلسلہ وار دلچسپ ناول کا بھی ... ہمارے جو ساتھی آنکھ مچولی میں لکھنا چاہتے ہیں ان کے لئے "چند وضاحتیں" کے عنوان سے کچھ باتیں ہم نے اس شمارے میں شائع کی ہیں انہیں ضرور پڑھ لیں —— جن دوستوں نے ہمیں خطوط لکھ کر آنکھ مچولی کی پسندیدگی کا اظہار کیا ہم ان کے ممنون ہیں بہت سے ساتھیوں نے ہمیں تبصرے، تنقید اور اچھے اچھے مشورے بھی بھجوائے جو ہمارے لئے حوصلہ افزائی کا باعث ہوئے ہمیں یقین ہے کہ آپ ہمیں اسی طرح یاد رکھیں گے۔ عید کی چٹ پٹی خوشیوں اور آزادی کے پرجوش یوم کے موقع پر بھی ہمیں نہ بھولئے گا بلکہ سچی بات یہ ہے کہ آپ اس اہم پیغام کو نہ بھولئے گا جن کی یاد تازہ کرنے کے لئے عید اور آزادی کے یوم منائے جاتے ہیں —— خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کی خاطر جینے کا پیغام —— جو یوم عید ہمیں دیتا ہے اور اپنے وطن اور اس کی آزادی کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز سمجھنے اور اس کی حفاظت کرنے کا پیغام جو ۱۴ اگست ہمیں دیتا ہے۔

آپ کا دوست ظفر محمود شیخ

Malco

المونیم کے دروازے اور کھڑکیاں

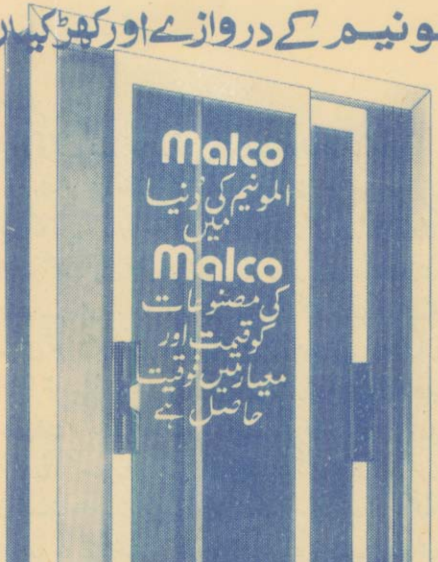

Malco

ماڈرن المونیم کمپنی

۱۰۲- آل آمنہ پلازہ، مقابل کیپری سینما
ایم- اے- جناح روڈ- کراچی
فون: 710769-239033 شاپ: Windows

ڈاک ڈاک کس کی ڈاک

محترم آنکھ مچولی والے صاحب

السلام علیکم .... ہم آپ کو بھیا کہیں، بھائی جان کہیں، بھیّن کہیں، انکل کہیں
یا ماما۔ کیونکہ ہمیں نہیں معلوم کہ "ڈاک ڈاک کس کی ڈاک" کے جواب میں "میری ڈاک" کون
کہے گا، اتنا خوبصورت رسالہ نکالنے پر ہم سب بہن بھائیوں کی طرف سے آپ کو اور آپ کے تمام
ساتھیوں کو مبارک باد۔

(صائمہ، شازیہ، نویرا، اجمل انور۔ کراچی)

خط لکھنے والے بھائیو اور بہنو —— آپ اس شش و پنج میں پڑ گئے کہ ہمیں کیا کہہ ک
مخاطب کریں تو دوستو "گلاب کو کسی نام سے بھی پکارو وہ گلاب ہی رہے گا" مگر کہیں اس
کہاوت کو آپ ہمارا نام نہ سمجھ لیں اور اگلے خط میں ہمیں گلاب بھیا، گلّو بھائی یا گُل انکل
کہہ بیٹھیں بھئی مطلب یہ ہے کہ جو نام اور رشتہ آپ کو اچھا لگے آپ اسی سے ہمیں مخاطب
کریں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا، مگر بہتر ہوگا آپ صرف بھائی جان کہہ دیا کریں، اور ہار
آنکھ مچولی کی پسندیدگی کا بہت بہت شکریہ!

اتنا اچھا نام تھا "آنکھ مچولی" ــــ مگر ٹائیٹل دیکھا تو پسند نہ آیا، جناب یہ سائنس کا دور ہے، آپ چوہے بلی کو چھوڑیں اور کوئی جدید سا ٹائیٹل دیں، ... ایسے ٹائیٹل آتے رہے تو ہو گئی آنکھ مچولی ... ویسے مجموعی مواد بہت اچھا ہے، ــ آپ کو مبارک ہو، میں آپ کے لئے دعا گو ہوں، (عمر دراز خان خٹک۔ نوجی شوگر ملز۔ ٹنڈو محمد خان)

ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ آپ کو ٹائیٹل کیوں اچھا نہیں لگا، کیا آپ کو چوہے کی سواری شہزادے کی شایان شان نہیں لگی یا پھر کمزور سے چوہے پر توانا شہزادے کا بیٹھنا ظلم معلوم ہوا؟ بہر حال آپ چوہے کی طرف سے اس ہمدردی پر شکریہ قبول فرمائیں ــ اب آپ ہی بتائیں بے شمار بچوں نے تو اس ٹائیٹل کو بیحد پسند کیا ہے جبکہ صرف آپ کو پسند نہیں آیا ــ تاہم آپ کے مشوروں کا خیال رکھیں گے، رسالے میں اچھی آراء اور دعاؤں کا شکریہ۔

جتنا خوبصورت نام ہے، اتنا ہی خوبصورت ٹائیٹل بھی ہے... آنکھ مچولی کا مطالعہ کیا، بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں .... اب کیا نشاندہی کروں، آپ کو تو معلوم ہو ہی چکی ہوں گی .... آئندہ خیال رکھئے گا، میرے امّی ابّو نے بھی "آنکھ مچولی" کو پسند کیا ہے، مبارکباد وصول کریں۔ (شاہ زیب انور۔ گلبرگ۔ کراچی)

رسالے کا نام اور ٹائیٹل آپ کو پسند آیا ــ شکریہ! ہم نے آپ کی مبارکباد قبول کرلی، ویسے آپ غلطیوں کی نشاندہی کر دیتے تو مناسب ہوتا، اپنے ابّو اور امّی کی خدمت میں ہمارا سلام عرض کر دیں۔

"آنکھ مچولی" ــ خوبصورت ماہنامہ ہے ــ زرسالانہ زیادہ ہے، دائرہ معلومات

آنکھ مچولی کی جانب سے جشنِ آزادی مبارک

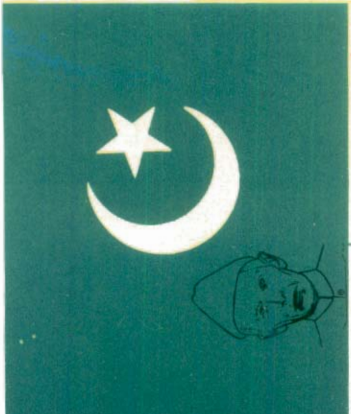

خوبصورت سلسلۂ معلومات سہی .. مگر ۳۸ سوالات بہت زیادہ ہیں۔ "لزے دار لطیفے" کتابت کی غلطی ہے یا ایسا قصداً کیا گیا ہے ... "ڈاک ڈاک کس کی ڈاک" خوبصورت ترین عنوان ہے، میری دعائیں آنکھ مچولی کے ساتھ ہیں،

(محسن رضا۔ انچولی، کراچی)

پرخلوص دعاؤں اور بیش قیمت مشوروں پر ہم آپ کے ممنون ہیں، "ڈاک ڈاک کس کی ڈاک" یہ عنوان آپ کو پسند آیا شکریہ!۔ آپ اور دیگر ساتھیوں کے مشورے پر ہم آنکھ مچولی کا زر سالانہ کم کر رہے ہیں، دائرہ معلومات کے سوالات بھی ۳۸ سے گھٹا کر ۲۰ کئے جا رہے ہیں، ہم آپ کے مزید مشوروں کے منتظر رہیں گے۔

آنکھ مچولی پڑھا..... بہن بھائیوں نے بھی پڑھا، اس لئے یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ مواد کے معیار کے اعتبار سے اس سے اچھا کوئی رسالہ نہیں، اللہ کرے یہ رسالہ دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرے، عالم چنّا کے متعلق پڑھ کر افسوس ہوا کہ اُن کا قد چھوٹا ہوگیا ہے ... اس کا انکشاف کیا ضروری تھا..... ہمیں تو اس پر فخر تھا کہ دنیا کا سب سے لمبا آدمی پاکستانی ہے۔ (عاتکہ بشیر، نارتھ ناظم آباد، کراچی)

آپ کو "آنکھ مچولی" مارکیٹ میں موجود تمام رسالوں سے زیادہ معیاری محسوس ہوا یہ ہماری حوصلہ افزائی ہے، انشاءاللہ — ہم اس کے حسن کو چار چاند لگانے کی پوری کوشش کریں گے — اچھی بہن، عالم چنّا کے بارے میں اس انکشاف پر کہ وہ دنیا کے سب سے لمبے آدمی نہیں ہیں۔ آپ کو افسوس ہوا۔ ہمیں آپ کے افسوس پر افسوس ہے، کیونکہ حقیقت کا کڑوا گھونٹ افسانہ کے مزیدار شربت سے کہیں بہتر ہے — آپ دعا کریں کہ عالم چنّا کا قد اور بڑھ جائے تاکہ ہمارا فخر برقرار رہے۔

ایک طویل عرصے سے سن رہے تھے کہ "آنکھ مچولی" آنے والا ہے۔ بالآخر آ ہی

گیا، شمارہ پسند آیا — مگر کافی غلطیاں رہ گئی ہیں، لیکن پہلی کوشش سمجھ کر معاف کر رہے ہیں، آئندہ غلطی ہوئی تو احتساب ہوگا .... اچھا یہ بتائیں کہ ہم اگر آپ کو معلومات عامہ اور اقوالِ زرّیں بھجوائیں تو آپ شائع کریں گے یا نہیں ؟

(فرّح اور راحیلہ - کراچی)

"آنکھ مچولی کی "غلطیاں" آپ معاف کر رہے ہیں، اس حسنِ سلوک پر ہم سراپا تشکّر بنے ہوئے ہیں، معلومات عامہ اور اقوالِ زرّیں کے بارے میں آنکھ مچولی کا فیصلہ ہے کہ یہ ذمہ داری وہ خود ہی پوری کرے گا، کیونکہ اکثر بہن بھائی پہلے سے شائع شدہ اقوالِ زرّیں اور معلومات نقل کر کے بھیج دیتے ہیں، کیونکہ یہ آسان کام ہے ناں — لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، ہماری خواہش ہے کہ آپ اپنی تخلیقات، کہانی، مضمون، ڈرامہ، نظم جو بھی "آنکھ مچولی" کے لئے بھیجیں وہ آپ کی اپنی ہوں، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ لکھنا سیکھیں گے اور مستقبل کے بڑے ادیب بن سکیں گے اور یہی تو ہم چاہتے بھی ہیں —

ویسے تو "آنکھ مچولی" بہت مفید رسالہ ہے - مگر بات وہی ہے کہ اس کی قیمت آپ نے شروع سے ہی زیادہ رکھ دی ہے، اس رسالے میں "حق اسکواڈ" "روشنی کی کرن" اور "فرض شناسی" بہت خوب تحریریں تھیں -،

(سیّد مبشر احمد نادر کی ، کراچی)

مبشر بھائی — "آنکھ مچولی" کو پسند کرنے کا شکریہ .... ہماری کوشش ہے کہ ہم بہتر سے بہتر مواد آپ کے پڑھنے کے لئے پیش کریں، آپ کو بہت جلد احساس ہو کہ اس کی قیمت زیادہ نہیں ہے، کیونکہ ہم اس پرچے میں اور بھی خوبصورت اضافوں کے بارے میں سوچ رہے ہیں ... سلسلہ وار ناول انشاءاللہ ماہ ستمبر سے شروع کر دیا جائے گا. کہانیوں کی پسندیدگی پر ادارہ اور مصنّفین کی جانب سے شکریہ قبول فرمائیں،

لازوال قربانی

محمود غزنوی

عید قرباں پر سارے مسلمان خوشی مناتے ہیں۔آپ بھی اچھے اچھے رنگ برنگے کپڑے پہنتے ہیں، کھلونے لیتے ہیں عید گاہ جاکر نماز پڑھتے ہیں۔ ہر طرف لوگ قربانی کرتے ہیں، گائے، دنبے، اونٹ، بکرے یہ سارے جانور اللہ کے نام پر قربان کئے جاتے ہیں کیونکہ اللہ ہی ہماری عبادتوں اور قربانیوں کا حق دار ہے

آپ یقیناً سوچ رہے ہوں گے کہ آخر اتنے سارے جانور ہم کیوں قربان کرتے ہیں، اصل میں دنیا بھر کے مسلمان ایک تاریخی واقعے کی یاد میں یہ قربانی دیتے ہیں آیئے ہم آپ کو وہ تاریخی اور سچی کہانی سنائیں۔

بچوّ - بہت زمانہ گزرا کہ عرب کی سرزمین پر نمرود نامی ظالم بادشاہ حکومت کرتا تھا- بادشاہ اور اس کی رعایا بہت ہی جاہل لوگ تھے وہ پتھروں کو اپنا خدا مانتے تھے مگر بے جان پتھر بھی کہیں خدا ہو سکتے ہیں پتھروں کو تو خود کسی بڑی طاقت والے خدا نے پیدا کیا ہے اور وہ اتنی طاقت والا ہے کہ جب چاہے بڑے بڑے پہاڑوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے، بس اسی زمانے میں ایک آذر نامی شخص مٹی کے مجسمے بناکر گلی گلی بیچا کرتا تھا گویا ہم یوں کہہ سکتے

ہیں کہ آذر خداؤں کی تجارت کرتا تھا۔اس کا ایک بیٹا بھی تھا جو بہت عقلمند اور سمجھ دار تھا وہ سوچتا تھا کہ جو مجسّمے میرا باپ اپنے ہاتھ سے بناتا ہے وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟ چنانچہ وہ ان جھوٹے خداؤں کا مذاق اڑاتا تھا ان کے گلے میں رسّی باندھ کر زمین پہ گھسیٹتا پھرتا تھا اس کا باپ آذر اس حرکت پہ بہت ناراض ہوتا تھا۔

ایک دن سارے شہر والے اپنا تہوار منانے کے لئے جا رہے تھے اس زمانے میں سارے لوگ جمع ہو کر شہر سے دور میدان میں جاتے وہاں میلہ لگتا تھا اور خوب خوشیاں منائی جاتیں شہر بھر کے لوگ میلے میں چلے گئے آذر بھی میلے میں جانے لگا تو اپنے بیٹے کو چلنے کے لئے کہا بیٹے نے کہا میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں نہیں جا سکتا آذر اپنے بیٹے کو چھوڑ کر عید میلے میں چلا گیا۔ جب سب لوگ چلے گئے تو یہ لڑکا ایک بڑا سا کلہاڑا لے کر شہر کے سب سے بڑے مندر میں گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہاں بہت سے چھوٹے بڑے بت رکھے ہوئے ہیں کسی کے آگے مٹھائی رکھی ہے۔ کسی کے آگے میوے کے تھال بھرے رکھے ہیں۔

سامنے ایک تخت پر سب سے بڑا بت رکھا تھا یہ سب جھوٹے خداؤں کا سردار تھا نوجوان نے کلہاڑا اٹھایا اور سارے بتوں کی پٹائی شروع کر دی کسی کی ناک کاٹی، کسی کا کان توڑا، کسی کو لنگڑا بنایا کسی کا ہاتھ توڑا اور سب کو زخمی کرنے کے بعد کلہاڑا بڑے بت کے کاندھے پر رکھ دیا اور خاموشی سے گھر آ گیا۔ میلے سے فارغ ہو کر جب لوگ مندر واپس آئے تو اپنے خداؤں کا یہ حال دیکھ کر دنگ رہ گئے سب بھاگتے ہوئے بادشاہ کے پاس شکایت لے کر گئے بادشاہ نے سارا ماجرا سنا تو آگ بگولہ ہو گیا اور پوچھا یہ حرکت کون کرسکتا ہے ایک وزیر نے

ڈرتے ڈرتے عرض کیا حضور شہر بھر میں صرف آذر کا بیٹا ہی ہمارے بتوں کا مخالف ہے یقیناً یہ کام اسی نے کیا ہوگا بادشاہ نے غضب ناک ہوکر حکم دیا اسے گرفتار کر لاؤ چنانچہ شاہی سپاہی نوجوان کو گرفتار کر لائے بادشاہ نے دربار عام لگایا۔

آذر بُت فروش کے نوجوان بیٹے کو دربار میں پیش کیا گیا ہزاروں لوگ یہ تماشہ دیکھ رہے تھے کہ بادشاہ نوجوان کو ہلاک کردے گا۔ قوم کی جہالت کا یہ عالم تھا کہ وہ مٹی کے بتوں کے علاوہ نمرود بادشاہ کو بھی خدا مانتی تھی بادشاہ نے طاقت کے غرور میں نوجوان کو ڈانٹ کر پوچھا کیا بتوں کی توہین تم نے کی ہے؟ نوجوان نے اطمینان کے ساتھ مسکرا کر جواب دیا" یہ آپس میں لڑتے ہوں گے بڑے بت سے پوچھ لو" بادشاہ چلاّتے ہوئے کہنے لگا یہ پتھر کے بت ہیں یہ کیسے بول سکتے ہیں اور کیسے لڑ سکتے ہیں ؟ نوجوان کو موقع مل گیا۔ ہزاروں کے مجمع میں نوجوان نے بادشاہ سے کہا۔

" جب یہ پھتر کے بُت بول نہیں سکتے، ہنس نہیں سکتے کسی کو نفع نقصان نہیں دے سکتے تو یہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔ میرا اور تیرا تو صرف ایک خدا ہے جو مار بھی سکتا ہے اور زندہ بھی کر سکتا ہے" بادشاہ نے غصّے میں کہا" میں بھی جسے چاہوں مار سکتا ہوں نوجوان نے کہا اچھّا اگر تو بہت طاقت والا ہے تو سورج کو مغرب سے نکال کر دکھا میرا ربّ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے" بادشاہ اس سوال پر لاجواب ہوگیا اور اپنی بے عزّتی پر تلملا اٹھا نوجوان کی بات سن کر پورا مجمع دنگ رہ گیا بادشاہ نے حکم دیا کہ اس گستاخ نوجوان کو زندہ جلا دیا جائے۔

بادشاہ کے سپاہیوں نے کئی دن تک ایک بڑی خندق کھودی

منوں کے حساب سے لکڑیاں اس میں جلائی گئیں جب خوب آگ دہک گئی تو سب نے مل کر اس نوجوان کو آگ میں پھینک دیا آگ میں پھینکنے والوں میں نوجوان کا باپ بُت فروش آذر بھی شامل تھا۔ سب خوش تھے کہ نوجوان جل کر کوئلہ ہوگیا ہوگا۔ لیکن اللہ بڑی قدرت والا ہے وہ جسے بچانا چاہے دنیا کی کوئی طاقت اسے مار نہیں سکتی اللہ تعالیٰ نے براہ راست آگ کو حکم دیا کہ "اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی بن جا" آگ ٹھنڈی ہوگئی سب لوگ یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ بڑے بڑے انگارے پھول بن گئے اور نوجوان پھولوں کے ایک تخت پر زندہ سلامت بیٹھا ہے نمرود کی یہ آگ اللہ کے حکم سے گل و گلزار بن گئی۔ سینکڑوں لوگ یہ معجزہ دیکھ کر اللہ پر ایمان لے آئے یہ نوجوان اللہ کے پیغمبر حضرت ابراہیمؑ تھے جو دنیا کے پہلے بُت شکن ہیں نمرود نے جو یہ دیکھا کہ لوگ ابراہیمؑ کے خدا پر ایمان لا رہے ہیں تو لوگوں پر ظلم کرنا شروع کر دیئے۔ چنانچہ ابراہیمؑ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ فلسطین چلے گئے اور اللہ کے دین کا کام کرنے لگے۔ وہیں جاکر آپ نے شادی کی۔جب آپ کی عمر چھیاسی ۸۶ سال کی ہوگئی اور آپ بوڑھے ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک خوبصورت سا بیٹا عطا کیا آپ کو اپنے بیٹے سے بہت محبّت تھی آپ نے اس کا نام اسمٰعیلؑ رکھا ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہے کہ اپنی سب سے عزیز چیز اللہ کی راہ میں قربان کردو۔

آپ نے اگلے روز کچھ مال اللہ کی راہ میں دیدیا۔لیکن یہ خواب پھر نظر آیا کہ اللہ کی راہ میں اپنی عزیز ترین چیز قربان کردو۔۔ بہت سا مال اور مویشی قربان کرنے کے باوجود بھی یہی خواب نظر آتا رہا تو آپ نے سوچا کہ یقیناً یہ عزیز ترین چیز کوئی اور ہے۔

آپ سوچنے لگے مجھے حضرت اسمٰعیلؑ سے زیادہ تو کوئی بھی پیارا نہیں ہے لہٰذا میں اپنے بیٹے ہی کو قربان کر دوں حالانکہ آپ کو اپنے بیٹے سے بڑا پیار تھا سب کو اپنے بچوّں سے پیار ہوتا ہے۔ کوئی بھی اپنے بچوّں کو تکلیف نہیں دے سکتا لیکن اللہ کا حکم ابراہیمؑ کو بیٹے سے بھی زیادہ عزیز تھا چنانچہ آپ نے اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کو یہ خواب سنایا اور مشورہ مانگا کہ بٹیا تمہارا کیا خیال ہے آپ جانتے ہیں اسمٰعیلؑ نے کیا جواب دیا کہنے لگے "ابّا جان آپ اللہ کا حکم پورا کیجئے اللہ نے چاہا تو آپ مجھ کو صابر پائیں گے۔"

بیٹے کی زبان سے یہ جواب سن کر حضرت ابراہیمؑ خوش ہوگئے اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ نے ایسی فرماں بردار اور نیک اولاد دی ہے۔

آپ نے اسمٰعیلؑ کو نہلا دھلا کر نئے کپڑے پہنائے اور منیٰ کے مقام پر لے گئے یہاں شیطان نے حضرت اسمٰعیلؑ کو بہکایا کہ تیرا باپ تجھے قتل کر دے گا حضرت اسمٰعیلؑ نے شیطان کو پتھر مار کر بھگا دیا آخر حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کے ہاتھ پیر رسّی سے مضبوط باندھ دیئے۔ تاکہ تکلیف سے بٹیا ہاتھ پاؤں نہ مارے اور اپنی آنکھوں پر پٹّی باندھ لی تاکہ بیٹے کی تکلیف دیکھ کر کہیں ارادہ بدل نہ جائے اور اللہ کا نام لے کر بیٹے کی گردن پر چھری چلادی۔ قربانی ہوگئی لیکن جب حضرت ابراہیمؑ نے آنکھوں سے پٹی کھولی تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیلؑ ایک طرف صحیح سلامت لیٹے ہیں اور ان کی جگہ ایک دُنبہ ذبح ہوگیا ہے ہوا یوں کہ اللہ تعالیٰ نے جنّت سے ایک دنبہ بھیج کر ذبح کرادیا اور اپنے نیک بندے اور پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کو خوش خبری سنائی " اے ابراہیم تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا

اللہ نے تمہاری قربانی کو قبول کرلیا اور اللہ اپنے نیک بندوں کو اسی طرح نوازتا ہے" اسی طرح حضرت ابراہیمؑ ایک اور امتحان میں پاس ہو گئے جب حضرت اسمٰعیلؑ جوان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ زمین پر اللہ کا گھر بناؤ تاکہ لوگ اس مقدس مقام کو عبادت گاہ بنالیں چنانچہ دونوں باپ بیٹوں نے اللہ کا گھر تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا۔ حضرت اسمٰعیلؑ دور دراز سے پتھر لے کر آئے اور دونوں نے مل کر سخت محنت کے بعد ایک عمارت تعمیر کی جسے ہم خانۂ کعبہ کہتے ہیں۔ جس جگہ کھڑے ہوکر حضرت ابراہیمؑ نے کام کیا تھا وہاں ان کے پیروں کے نشان بن گئے اسی جگہ کھڑے ہوکر آپ نے دعا مانگی جو اللہ تعالیٰ نے فوراً قبول کرلی اس مقام کو "مقامِ ابراہیمؑ" کہتے ہیں۔

اس دن سے آج تک دنیا کے کونے کونے سے مسلمان کعبۃ اللہ آتے ہیں اور ۹ ذالج کو اللہ کے گھر پہنچ کر فریضۂ حج ادا کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے طریقے کے مطابق مقام ابراہیمؑ پر دعا مانگتے ہیں اور منٰی میں جہاں حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی دی گئی تھی اس جگہ اللہ کے نام پر جانوروں کی قربانی کرتے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی یاد تازہ کرتے ہیں حضرت ابراہیمؑ اللہ کے بزرگ پیغمبر تھے اور آپ کو جدالانبیاء (نبیوں کا باپ) کہا جاتا ہے۔

ہمارے پیارے آخری نبی محمد رسولؐ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ہیں۔

اس واقعے کو تازہ کرنے کے لئے دنیا بھر کے مسلمان قربانی کرتے اور عید مناتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی جائے سب لوگ جمع ہوکر عید گاہ جاتے ہیں نماز شکرادا کرتے ہیں اللہ کی بڑائی بیان کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے گلے مل کر محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

قومی ماہیا

امجد اسلام امجد

گلزار بنا دیں گے
اس چاند زمیں کو ہم
تاروں سے سجا دیں گے

اک چاند اک تارا ہے
لہراتا ہوا پرچم
اعلان ہمارا ہے

کرنوں کے اشارے ہیں
یہ چاند ہمارا ہے
ہم اس کے ستارے ہیں

پہچان ہماری ہے
یہ پاک زمیں یارو
جند جان ہماری ہے

اب فرض حفاظت ہے
یہ پاک وطن، ساتھی
اللہ کی امانت ہے

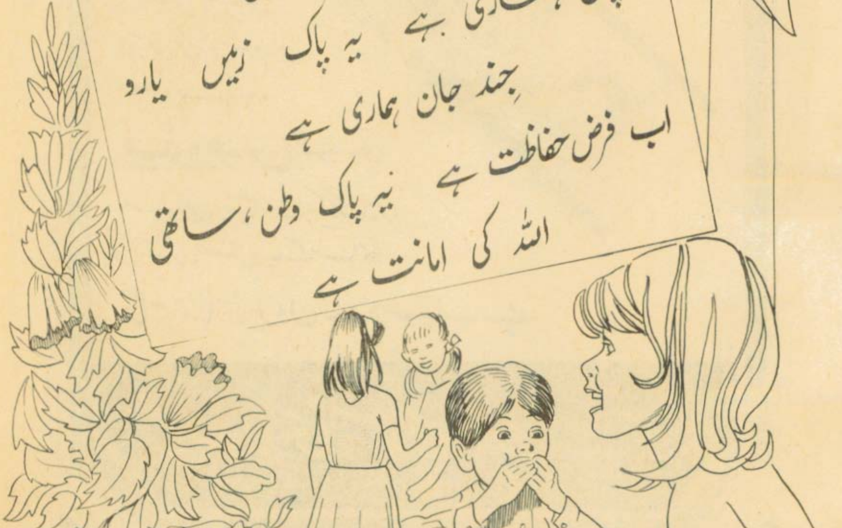

آپ کی پسندیدہ اور مقبول ترین

بلّی مارکہ

میٹرو مِلن

اگربتّی

بھینی بھینی

اور مسحور کُن خوشبو والی

بلّی مارکہ

میٹرو مِلن اگربتّی

سیلوفین ایئر ٹائٹ پیکنگ میں

ٹیئر اِسٹریپ کے ساتھ

تمام ممتاز ڈیلروں سے دستیاب ہے۔

تیار کردہ:

میٹرو اگربتّی کمپنی پوسٹ بکس نمبر ۴۸۸ کراچی

فون: ۲۹۲۷۳۷ - ۲۹۰۸۷۷ - ٹیلیکس: ۲۳۴۳۴ میٹرو پی کے

(اسکولیات)

کلیم الحق فاروقی

اسکول :۔ وہ عمارت جہاں ہر چھٹی والے دن امن و سکون اور خاموشی ہو۔
کلاس روم :۔ وہ کمرہ جہاں سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔
استاد :۔ کلاس کی وہ واحد شخصیت جو شرارت نہیں کرتی
طالب علم :۔ وہ بچہ جو استاد محمد بخش کے بجائے استاد مولا بخش کا کہنا زیادہ مانتا ہے
بلیک بورڈ :۔ کلاس روم کا وہ حصہ جو سب سے زیادہ صاف ستھرا ہو
اسمبلی :۔ صبح کا وقت جب اسکول کے تمام بچے اکٹھے ہو کر شرارت کی منصوبہ بندی کریں۔
یوم طلبہ :۔ وہ دن جس روز بچے اساتذہ کو بے قصور مان لیتے ہیں۔
یوم والدین :۔ وہ دن جس روز والدین اسکول جائیں اور بچے گھر پر حکم چلائیں۔
پی ٹی کا پیریڈ :۔ وہ پیریڈ جس میں بچے سنجیدگی سے بیٹھنا چاہتے ہیں۔
گرمیوں کی چھٹیاں :۔ گھر والوں کے صبر کا سالانہ امتحان۔
کینٹین :۔ اسکول کا واحد حصہ جہاں بچے کچھ نہیں کھاتے۔
امتحان :۔ وہ واحد چیز جس سے بچے بھی ڈرتے ہیں۔
رزلٹ :۔ مرہم پٹی کرنے والوں کا عید کا زمانہ۔
یہ الفاظ و معنی :۔ سچ اور جھوٹ کا پلندہ۔

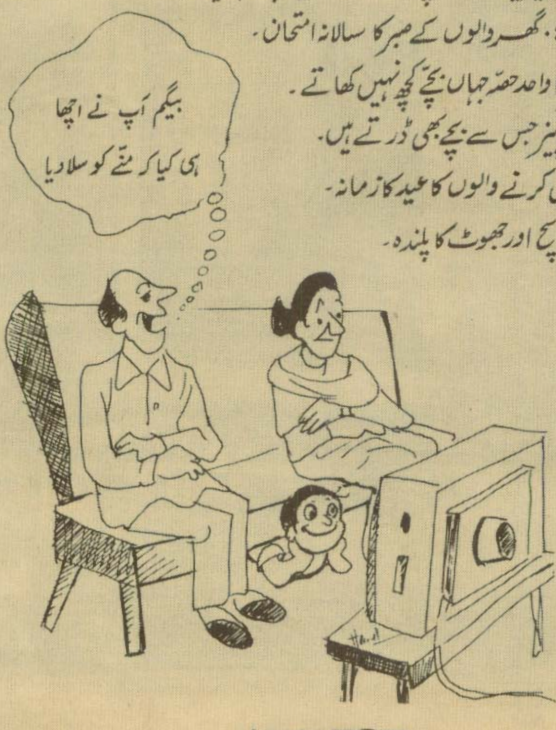

الکوپ
المونیم کا زمانہ
الکوپ
alcop
المونیم کمپنی آف پاکستان انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
— ایک ادارہ پاکستان کی ترقی میں پیہم کوشاں
ہیڈ آفس: میریٹ روڈ۔ کراچی ۲
فون: ۲۲۳۸۵۱ - ۲۳۳۰۶۸ - ۲۲۴۸۸۵ - ۲۲۱۷۲۸ - ٹیلیکس: ۲۵۷۱۳ ALCOP Pk - کیبل: EXTRUSIONS
لاہور ریجنل آفس: ۲۱ عابد مجید روڈ، لاہور کینٹ - فون: ۳۷۲۶۸۱
راولپنڈی ریجنل آفس: ۵ رحیم پلازہ، ۱۱۲ مری روڈ - فون: ۶۴۹۲۱

MASS

ستارہ کہاں گیا ؟

نیچے دیئے ہوئے موزیک کو بغور دیکھئے۔ ایک ستارہ اس میں کھوگیا ہے، اسے تلاش تو کیجئے۔

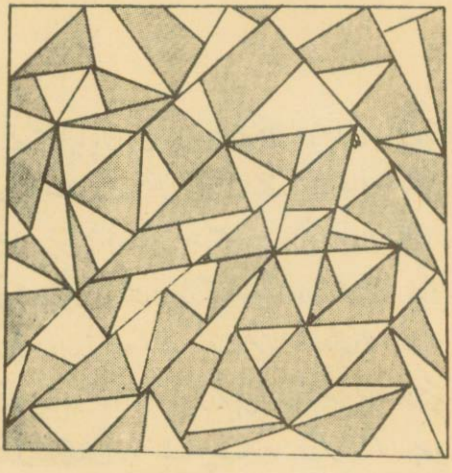

دل کی حرکت کو روکے رکھنا

طویل عرصے تک دل کی حرکت روکنے کا ریکارڈ ناروے کے ایک لڑکے ارنٹی زن نے قائم کیا ہے۔ اپریل ۱۹۶۲ء میں وہ دریائے ندیلو (ٹرنڈا) میں ڈوب گیا تھا۔ ۲۲ منٹ کے بعد اسے پانی سے نکالا گیا۔ جس کے بعد ۳ گھنٹے تک اس کے دل کی حرکت رکی رہی۔

جاپانی کہانی

گانے والا پچھوا

پرانے زمانے میں جاپان کے کسی علاقے میں دو بھائی رہتے تھے۔ یہ دونوں طبیعت اور عادت میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھے۔ ایک بھائی انتہائی محنتی تھا۔ وہ سارا دن کھیتوں میں کام کرتا رہتا اور بڑی مشقّت کرتا۔ نہ کسی سے ناراض ہوتا اور نہ کسی کی بُرائی کرتا۔ ہر شخص کے ساتھ محبّت اور خندہ پیشانی سے پیش آتا۔ ان کی بوڑھی ماں بیمار تھی اور اس کے دوا دارو کے لئے پیسوں کی ضرورت تھی اس لئے بھی وہ اور زیادہ محنت مشقّت کرتا تا کہ ماں کا علاج ہو سکے۔

دوسرا بھائی بالکل برعکس تھا۔ وہ انتہائی کاہل اور نکما تھا۔ سارا دن بیکار پڑا رہتا۔ جب کبھی اسے پیسوں کی ضرورت ہوتی وہ اپنی ماں کو ڈانٹ ڈپٹ کر حاصل کرتا۔ اس بے چاری نے جو چند پیسے بچا کر رکھے ہوتے اسے دے دیتی جنہیں وہ اِدھر اُدھر خرچ کر کے ختم کر دیتا۔

ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ روز بروز غریب ہوتے چلے گئے۔ محنتی بھائی جو کچھ کماتا تھا۔ وہ بیمار ماں کے علاج پر خرچ ہو جاتا، انہی پیسوں میں سے آوارہ بھائی بھی لے لیتا اور جو باقی بچتے ان سے ان کی گزر بسر ہونا مشکل ہو جاتی۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی تنگدستی بڑھتی چلی گئی۔ اور پھر وہ دن بھی آ گئے جب ان کے ہاں فاقے ہونے لگے۔ آخر ایک روز محنتی بھائی جنگل سے لکڑیاں کاٹ کے لایا اور اپنی ماں سے کہنے لگا۔

"ماں! میں یہ لکڑیاں لے کر قصبے میں جا رہا ہوں تاکہ انہیں فروخت کر کے چند پیسے لاؤں۔ آج تو ہمارے ہاں رات کے کھانے کے لئے بھی کچھ نہیں ہے۔"

محنتی بھائی نے یہ کہا، لکڑیوں کا گٹھا اٹھایا اور قصبے کی طرف چل دیا۔
وہ سارا دن قصبے میں لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے گھومتا رہا مگر کسی نے اس کی لکڑیاں نہ خریدیں بیچارہ مایوس ہوگیا۔ جب دن ڈھلنے لگا تو وہ واپس گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔

وہ بڑی مایوسی کے عالم میں جنگل میں سے گزر رہا تھا۔ صبح سے لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے گھومتے بُری طرح تھک چکا تھا چنانچہ جیسے ہی اس نے جنگل میں ایک چھوٹا سا تالاب دیکھا تو وہاں لکڑیوں کا گٹھا رکھ کے بیٹھ گیا۔ وہ اکثر اس تالاب کے کنارے بیٹھ کر دوپہر کا کھانا کھایا کرتا تھا۔ اگرچہ وہ جوان آدمی تھا اور جوان آدمی رویا نہیں کرتے لیکن وہ اس قدر مایوس تھا کہ بے اختیار اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور پھر بلک بلک کر رونے لگا۔
وہ بیٹھا رو رہا تھا کہ اچانک اس نے ایک آواز سُنی۔ "تم کیوں رو رہے ہو——؟"
آواز پوچھ رہی تھی۔ اس نے رونا بند کر دیا اور حیران ہوئے اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا مگر اسے کوئی نظر نہ آیا۔ اتنے میں آواز نے پھر کہا۔ "تمہارے لئے بہتر ہے کہ اپنی ناک نیچی کرو"

اس نے نظریں جھکا کے نیچے دیکھا تو وہاں ایک تیرتی ہوئی لکڑی پر ایک کچھوا بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے تعجّب سے کچھوے کی طرف دیکھا اور کہا۔

"کچھوے تو باتیں نہیں کر سکتے۔؟"

"کیوں بات نہیں کر سکتے ۔۔ ؟ میں تو گا بھی سکتا ہوں۔ مجھے گانا بہت پسند ہے۔"

کچھوے نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا

"میں گاتا ہی نہیں بلکہ انتہائی خوبصورتی سے گاتا ہوں۔ مگر تم مجھے کسی مصیبت میں گرفتار دکھائی دیتے ہو۔ کیا ایسا نہیں ہے۔؟"

جب کچھوے نے یہ کہا تو نوجوان نے اعتراف کیا کہ واقعی وہ مشکل میں ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنی ساری کہانی سنا دی۔ جب اپنی کہانی ختم کر چکا تو کچھوا بولا۔

"تم نے اکثر مجھے خوراک مہیّا کی ہے۔ جب تم کھانا کھانے کے بعد اپنے ہاتھ اور جھولی جھاڑتے تھے تو روٹی کے بھورے گر جاتے تھے جو میں تمہارے جانے کے بعد کھا لیتا تھا۔ اس طرح تم مجھے خوراک مہیّا کرتے تھے لہٰذا اب میری باری ہے کہ میں تمہیں خوراک مہیّا کروں۔"

کچھوے نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے قصبے میں لے چلو۔ میں وہاں گیت گاؤں گا اور لوگ تمہیں پیسے دیں گے۔ اس طرح میں تمہاری خوراک کا بندوبست کروں گا۔"

"یہ تو کمال کی بات ہے!"

نوجوان نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور کچھوے کو اٹھا کر دوبارہ قصبے کی طرف چل دیا۔ قصبے میں جا کر اس نے ایک جگہ مجمع لگایا اور کچھوے نے گانا شروع کر دیا۔ جیسے ہی لوگوں نے سُنا کہ ایک کچھوا گانے گاتا ہے تو جوق در جوق نوجوان کے گرد جمع ہو گئے۔ یہ بات انہوں نے نہ سُنی اور نہ پڑھی تھی کہ کوئی کچھوا گا سکتا ہے لیکن اب وہ اسے اپنی آنکھوں سے گاتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ یہ اپنی جگہ انتہائی انوکھی اور نرالی بات تھی لہٰذا لوگوں نے خوش ہو کر پیسوں کی بارش کر دی۔ نوجوان نے کھیل ختم کیا اور سارے پیسے اکٹھے کر لئے۔ پھر اس نے کچھ کھانے پینے کی چیزیں خریدیں اور کچھوے کو ساتھ لے کر گھر کی جانب روانہ ہو گیا۔

جب وہ گھر پہنچا تو اس کی ماں کھانے پینے کی چیزیں دیکھ کر بہت حیران ہوئی۔ اس نے پوچھا۔

"بٹیا! تم نے اتنے پیسے کمائے کہ اتنی چیزیں لے آئے۔؟"
جواب میں نوجوان نے ماں کو ساری بات بتائی اور پھر کچھوا بھی دکھایا۔ کچھوے نے سر جھکا کر اس کی ماں کو سلام کیا اور بار بار سلام کرتا رہا۔ یہ دیکھ کر ماں بڑی خوش ہوئی مگر قریب ہی بیٹھے ہوئے کاہل بھائی کو جیسے کوئی خوشی نہ ہوئی تھی۔ البتہ اس نے کھانا کھانے میں پہل کی اور سب سے زیادہ کھایا۔ پھر دوسرے روز وہ شکایت کے انداز میں کہنے لگا
"تم نے اتنے پیسے اکٹھے نہیں کئے جتنے کرنے چاہئیں تھے۔ اگر تم کچھوا مجھے دو تو میں تمہیں زیادہ پیسے کما کر دکھاؤں۔"
اتنا کہہ کر وہ اس سے ہاتھا پائی کرنے لگا۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں اس نے محنتی بھائی کو زمین پر گرا دیا اور کچھوے کو لے کر قصبے کی طرف بھاگ گیا۔
قصبے میں پہنچتے ہی اس نے لوگوں کو یہ کہہ کہہ کر اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔
"آؤ آؤ۔ دیکھو کچھوا گاتا ہے۔ کچھوے کا گانا سُنو"
دیکھتے دیکھتے بہت سے لوگ جمع ہو گئے تو نوجوان نے ان سے کہا کہ پہلے وہ اسے پیسے دیں پھر وہ کچھوے کا گانا سنائے گا۔ لوگ کچھوے کا گانا سننے کے اس قدر مشتاق تھے کہ انہوں نے اسی وقت نوجوان کو بہت سے پیسے دے دیئے۔ پیسے حاصل کرنے کے بعد نوجوان نے کچھوے کو ہاتھ میں لیا۔ اور اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ "گاؤ۔!"
مگر کچھوا بالکل نہ بولا۔ گانا تو رہا ایک طرف وہ تو ہلا تک نہیں۔ یہ دیکھ کر نوجوان کو غصہ آگیا۔
اس نے کچھوے کی دم پکڑی اور چیخ کر کہا۔
"گاؤ۔ گانا شروع کرو!"
اس بار بھی کچھوا خاموش رہا۔ اس نے آواز تک نہ نکالی۔ یہ دیکھ کر نوجوان تلملا گیا۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور چھڑی لے کر کچھوے کو مارنے لگا۔ وہ غصے میں یہ بات بھی بھول گیا تھا کہ کچھوے کی پشت بڑی سخت ہوتی ہے اس پر چھڑی مارنے کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ کچھوے نے اپنا سر اور گردن اپنے خول میں کر لی اور نوجوان اسے بے مقصد پیٹتا رہا۔
شروع شروع میں تو لوگ اس کی یہ حرکت دیکھ کر ہنستے رہے لیکن جب انہوں نے یہ اندازہ کر لیا کہ کچھوا نہیں گائے گا تو وہ سب ناراض ہو گئے اور اپنے اپنے پیسے واپس طلب کرنے لگے۔

آخر وہ عاجز آ گیا اور کچھوے کی منت کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"پیارے کچھوے۔ مجھ پر مہربانی کرو اور گاؤ۔ خدا کے لئے گاؤ!"

لیکن اس کی منت سماجت بھی بیکار گئی۔ کچھوے کو نہ گانا تھا اور نہ اس نے گایا۔ دوسری طرف اب لوگوں کے صبر کا پیمانہ واقعی لبریز ہوگیا تھا۔ وہ غصّے میں یہ کہتے ہوئے اس کی طرف لپکے۔

"اس جھوٹے کو اسی طرح مارو جیسے یہ ایک بے زبان جانور کو مار رہا ہے۔"

دیکھتے ہی دیکھتے لوگ اس پر جھپٹ پڑے اور اسے اسی چھڑی سے مارنا پیٹنا شروع کر دیا جس سے اس نے کچھوے کو مارا تھا۔ اسی طرح مارتے پیٹتے لوگ اس کا پیچھا کرنے لگے۔ یہاں تک کے اسے قصبے سے باہر نکال دیا۔

جب لوگ نوجوان کو مارتے پیٹتے لے گئے تو پیچھے کچھوے نے اپنی گردن خول سے باہر نکالی، ایک نظر چاروں طرف دیکھا اور اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ اس طرح جب وہ گھر پہنچا تو اس نے نیک دل اور محنتی بھائی کو بتایا۔

"بُرا آدمی یہاں سے چلا گیا ہے۔"

اس نے ساری بات بتائی

"اسے لوگوں نے بہت مارا اور اس کا پیچھا کرتے ہوئے اسے قصبے سے باہر نکال دیا ہے۔ اب وہ کبھی یہاں آنے کی ہمت نہیں کرے گا۔

اگرچہ ماں اور بھائی یہ سن کر افسردہ ہو گئے تھے لیکن حقیقت میں انہیں سکون بھی مل گیا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں مل کر قہقہے لگا رہے تھے۔

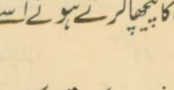

کیا آپ سر کے بال گن سکتے ہیں،

جی ہاں ایسا ممکن ہے، آپ ایک منٹ میں ۵۰ بال گن سکتے ہیں۔ اس طرح اگر روزانہ ۱۵ گھنٹے کام کریں تو چار دنوں میں آپ سر کے بال گن سکیں گے۔ ایک آدمی کے سر پر اوسط ایک لاکھ بیس ہزار بال ہوتے ہیں۔

عیدکی خصوصی کہانی

تجوری

سراج انور

ثروت کی عمر کچھ زیادہ تو تھی نہیں، بس یہی کوئی آٹھ دس سال کی ہوگی۔ وہ اپنے ماں باپ کا کہنا بھی بہت مانتی تھی اور پڑھائی میں بھی بہت تیز تھی، بس اُس میں اگر کوئی برائی تھی تو صرف وہ تھوڑی سی ندیدی اور پیٹو تھی۔ گلی میں سے کوئی بھی پھیری والا اُس کے گھر پر آواز دیئے بغیر نہیں گزر سکتا تھا۔ جہاں آواز آئی "کھالو ملائی کی طرح ــــ ٹھنڈے میٹھے رس گلے"۔ بس وہ دوڑتی ہوئی جاتی اور امّی کے سر پر سوار ہو جاتی کہ لایئے امّی بیس پیسے!۔ اب امی کے پاس کوئی خزانہ

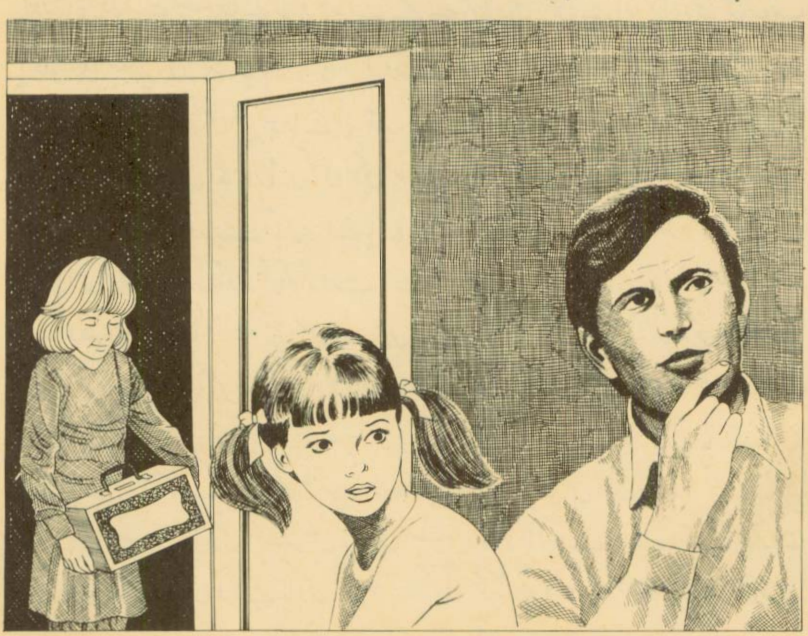

تو بھلا نہیں کہ وہ روزانہ ثروت کی فرمائشیں پوری کرتی رہیں۔ وہ اُس کی اِس روز کی لاؤ لاؤ سے تنگ آچکی تھیں اور اُس کی فضول خرچی سے بھی بہت عاجز تھیں۔

جب انہوں نے ثروت کے ابّا کو یہ بات بتائی تو انہوں نے طے کیا کہ ثروت کا جیب خرچ اُسے الابلا کھانے کے لئے نہیں دیا جائے بلکہ کہیں جمع کردیا جائے۔ مگر بھلا کبھی ایسا ہوا ہے کہ بچوں کو پیسے ملیں اور وہ انہیں خرچ نہ کریں! آخر ابّا کے دماغ میں ایک ترکیب آہی گئی۔ شام کو وہ جب دفتر سے لوٹے تو ان کے ہاتھ میں ایک خوبصورت سی تجوری نما گلک تھی۔ یہ تجوری انہوں نے ثروت کو دیتے ہوئے کہا۔

"دیکھو ثروت! میں تمہارے لئے یہ کھلونا تجوری لایا ہوں۔ اگر تم وعدہ کرو کہ خراب چیزیں نہیں کھاؤ گی تو تمہیں بیس کے بجائے تیس پیسے دیا کروں گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ تم تیس میں سے بیس پیسے تو اِس تجوری میں ڈالو گی اور صرف دس کی چیز کھاؤ گی۔ بولو منظور ہے؟"

تجوری اتنی خوبصورت تھی کہ ثروت کو فوراً وعدہ کرلینا پڑا اُس نے سوچا کہ وہ تجوری سے کھیل بھی سکتی ہے کھیل کا کھیل اور پیسے بھی بڑھ جائیں گے مفت میں! ابّا نے اُسے بتایا کہ جب تجوری پیسوں سے بھر جائے گی تو وہ اُسے نیچے سے کھول بھی سکتی ہے اور کوئی اچھی سی کتاب یا کھلونا بھی خرید سکتی ہے۔ یہ بات سُن کر ثروت کا دل بلّیوں اچھلنے لگا۔ ہائے کتنے ڈھیر سارے پیسے ہو جائیں گے! وہ کتنی امیر ہو جائے گی۔ تب وہ اپنے شریر اور ضدی بھائی انجم اور اس کے منہ چڑھے دوستوں کی نگاہوں میں کتنی اونچی ہو جائے گی؟ اُس وقت کا خیال آتے ہی وہ آپ ہی آپ مسکرانے لگی اور جب ابّا نے اپنے پاس سے پہلی بار ایک روپے کا سکّہ اس تجوری میں ڈالا تو اس کے چھناکے کی آواز سُن کر ثروت ہنسنے لگی۔ کتنی پیاری لگی تھی وہ آواز —!

وعدے کے مطابق وہ تیس میں سے بیس پیسے ہر صبح اس تجوری میں ڈال دیتی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ جب تجوری بھر جائے گی تو وہ سب روپے نکال کر اپنی سہیلیوں کی ٹھاٹھ دار دعوت کرے گی۔ تب وہ کتنی خوش ہوں گی —! اُس کی سہیلی نجمہ کی باچھیں کھل جائیں گی۔ ثروت اچھی طرح جانتی تھی کہ نجمہ بہت ہی غریب ماں باپ کی لڑکی ہے۔ بعض دفعہ تو وہ اسکول میں دوپہر کا کھانا بھی نہیں لاتی تھی۔ گھر میں پکتا ہی نہیں تھا تو لاتی کیسے؟ ایسے وقت میں ثروت اسے اپنے ساتھ کھلاتی وہ بے چاری پہلے تو انکار کرتی مگر پھر ثروت کے زور دینے پر مان جاتی۔

تجوری ثروت کے پاس کیا آئی جیسے اُس کے عیش ہوگئے۔ کبھی کبھار امّی بھی اپنے پاس سے چند سکّے اس میں ڈال دیتیں اس طرح ثروت کا دل بڑھ جاتا۔ ہر رات تجوری کو اپنے سرہانے رکھ کر سوتی اور اس ڈر سے کہ کہیں رات کو خواب میں کوئی چور نہ آجائے، وہ پٹاخے والا پستول اپنے تکیئے کے نیچے رکھ لیا کرتی کہ نہ جانے کب اُس کی ضرورت پڑ جائے۔

تجوری میں پیسے روز بروز بڑھتے گئے اور ساتھ ہی ثروت کی زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کی خواہش بھی بڑھتی گئی۔ وہ بار بار تجوری کو ہتھیلی پر رکھ کر وزن کرتی کہ اب وہ کتنی بھاری ہوگئی ہے۔ انجم ان باتوں کو بڑی دلچسپی سے سُنا کرتی ایک دن ثروت نے اُس سے کہا۔

"تم بھی اپنے ابّا سے کہہ کر ایک تجوری منگوالو — ایک مہینے میں اِتّے سارے پیسے ہوجائیں گے۔"

"میں کس سے منگواؤں۔ میرے ابّا تو مر چکے ہیں۔" نجمہ نے غمگین آواز میں جواب دیا۔

"ہاں میں تو بھول ہی گئی تھی۔" ثروت نے افسوس کرتے ہوئے کہا: "تو پھر اپنی امّی سے کہو۔ وہ لادیں گی۔"

"امّی کو کپڑے سینے سے فرصت نہیں ملتی کہ وہ بازار جاکر لادیں۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" ثروت کچھ سوچ کر بولی: "اچھا تو پھر اپنی امّی سے تم بھی تیس پیسے لے لیا کرو اور ان پیسوں کو مٹکے میں ڈال دیا کرو۔ بہت سارے روپے ہوجائیں گے۔"

یہ سنتے ہی نجمہ نے گردن جھکالی اُس کی خوبصورت آنکھوں میں پانی تیرنے لگا اور وہ آہستہ سے بولی۔

"ہم تمہاری طرح امیر تھوڑی ھیں۔ ثروّ تم تیس پیسے کی بات کرتی ہو، امّی تو مجھے ایک پیسہ بھی نہیں دیتیں۔ امّی مجھے اور گڈّو کو تو روٹی کھلادیتی ہیں لیکن خود بھوکی رہتی ہیں۔"

نجمہ تو یہ کہہ کر چلی گئی مگر ثروت کا ننھا سا دل تڑپ کر رہ گیا۔ ہائے! اُن کی اتنی پیاری سی سہیلی اور اتنی غریب! اُس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کرے، کس طرح اُس کا دکھ دور کرے۔ اگلے مہینے عید آنے والی تھی لہٰذا عید کی خوشی میں وہ سب بھول گئی ابا بڑے اچھے کپڑے خرید کر لائے تھے امّی اس کے لئے بڑا ہی خوبصورت اور رم جھم کرتا ہوا جوڑا سی رہی تھیں۔ اس جوڑے میں سُرخ رنگ کے بڑے بڑے پھول تھے جن میں ستارے ٹنکے ہوئے تھے، ثروت

کا جی چاہتا تھا کہ وہ اِس جوڑے کو ابھی پہن لے مگر عید کے دن ہی پہنے جا سکتے تھے۔ جب اُس نے نجمہ کو اپنے خوبصورت جوڑے کے بارے میں بتایا تو وہ ہنس کر بولی۔

"کیوں نہیں تمہارے کپڑے اچھے نہیں ہوں گے تو اور کس کے ہوں گے تم تجوری میں پیسے جو جمع کر رہی ہو۔"

"ارے مگر میرا جوڑا تو امی اور ابو بنا رہے ہیں۔ میری تجوری کے پیسوں میں سے تھوڑی بن رہے ہیں۔" ثروت نے جلدی سے کہا۔ "اچھا بتاؤ تمہارے کپڑے کیسے سِل رہے ہیں؟"

"ہمارا تو کوئی بھی جوڑا نہیں بنا۔ اماں کے پاس روپے ہی نہیں ہیں۔" نجمہ نے منہ بسور کر جواب دیا۔

"ہے ہے!" ثروت چیخی۔ "تو تم عید پر کوئی نیا کپڑا نہیں پہنو گی؟"

"نہیں پرانے کپڑوں کو ہی پہن لوں گی۔" نجمہ نے شرمندگی سے جواب دیا۔

نجمہ چلی گئی تو ثروت نے سوچا کہ وہ اپنے ابو سے کہے گی کہ وہ اس کے لئے بھی ایک جوڑا سلوا دیں۔ وقت گزرتے دیر کیا لگتی ہے۔ عید آ گئی۔ سب نے نئے کپڑے پہنے۔ ابا جب عید گاہ سے واپس آئے تو نجمہ عید کا سلام کرنے گھر میں داخل ہوئی۔ سب نے دیکھا کہ وہ بالکل نئے اور خوبصورت ڈیزائن کے کپڑے پہنے ہوئے ہے۔ وہ اُس سے کچھ کہنے ہی والی تھی کہ ابو نے نجمہ کے سوال کا جواب دے کر کہا۔ "آؤ بیٹی، خوب موقع پر آئیں۔ میں سب بچوں کو عیدی دینے ہی والا تھا۔"

"لائیے ابا جی پہلے مجھے عیدی دیجئے۔" ثروت کے بھائی انجم نے اٹھلا کر کہا۔

"بھئی عیدی تو سب کو ملے گی مگر ہم تو سب سے پہلے نجمہ بیٹی کو عیدی دیں گے کیونکہ اس نے سب سے پہلے ہمیں سلام کیا ہے۔" ابا نے پانچ روپے کا نوٹ نجمہ کو دیتے ہوئے کہا۔

"اور مجھے؟" انجم بے تاب تھا۔

"لو تم بھی یہ پانچ روپے لو۔" ابو نے کہا "مگر میں جانتا ہوں کہ تم اُلٹی سیدھی چیزیں کھا کر سب روپے ایک منٹ میں ختم کر ڈالو گے تمہیں اپنی چھوٹی بہن سے سبق سیکھنا چاہیئے کہ وہ کتنے مہینوں سے اپنی کھلونا تجوری میں روپے جمع کر رہی ہے یقیناً اب تک سو روپے سے زیادہ ہو چکے ہوں گے۔ کیوں ثرو بیٹی؟"

"جی ہاں۔" ثروت نے صرف اتنا ہی کہا۔

"اچھا لاؤ اب اپنی تجوری میں تمہیں سب سے زیادہ عیدی دوں گا۔ یعنی دس روپے مگر شرط وہی ہوگی یعنی میرے سامنے آٹھ روپے تم تجوری میں ڈالوگی اور صرف دو روپے خرچ کروگی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے ابّا جی ــــ مگر ــــ" ثروت چپ ہوگئی۔

"کیوں۔ کیا ہوا۔ تم چپ کیوں ہوگئیں؟"

"میری تجوری اب بالکل خالی ہے۔ اُس میں ایک بھی پیسہ نہیں ہے۔"

ثروت کے یہ کہتے ہی ابّا کو غصہ آگیا وہ سمجھ گئے کہ ثروت نے گلی سڑی چیزیں اور چاٹ وغیرہ کھانے میں سب روپے برابر کر دیئے ہیں۔ وہ بار بار پوچھتے رہے مگر ثروت نے جواب نہیں دیا آخر ابا اُسے مار بیٹھے۔ وہ رونے لگی۔ ابّا پھر مارنا چاہتے تھے کہ نجمہ ثروت کے آگے آکر بولی۔

"اِسے مت ماریئے چچا جان۔ مجھے ماریئے، خطا وار میں ہوں۔"

"تم نے کیا کیا ہے؟" ابّا غصّے سے بولے۔

"ثروت نے روپے کھائے نہیں بلکہ اُن روپوں کا ایک جوڑا اس نے اپنی خالہ جان سے سلوا کر مجھے دے دیا ہے۔ یہی جو میں پہنے ہوئی ہوں۔" ابّا حیرت سے ثروت کو تکنے لگے۔ نجمہ کہہ رہی تھی "میں نہیں مان رہی تھی پھر بھی اس نے زبردستی اپنی خالہ سے میرے کپڑے سلوائے۔ اس نے کہا تھا کہ اگر میں نئے کپڑے نہیں پہنوں گی تو یہ مجھ سے کٹّی کر لے گی اور کبھی نہ بولے گی۔ مجھے مجبوراً ماننا پڑا چچا جان۔ اگر آپ ناراض ہیں تو میں یہ جوڑا اتار دیتی ہوں۔" ابّا گُم سُم تھے۔ انہوں نے روتی ہوئی ثروت کو دیکھا اور پھر خود بھی رونے لگے۔ انہوں نے لپک کر اُسے اپنے سینے سے لگا لیا اور اُسے پیار کرتے ہوئے بولے:

"میں تم سے بچت کرانا چاہتا تھا مگر تم نے واقعی اچھی بچت کی بیٹی، بہت بڑی بچت! شاباش! تم سچ مچ میری بیٹی ہو۔ تم نے وہ کام کیا ہے کہ میں تم پر جتنا فخر کروں کم ہے۔ تم نے ایک ایسی تجوری میں رقم جمع کی ہے جس میں کبھی روپے نہیں گھٹتے بلکہ ہمیشہ بڑھتے ہی رہتے ہیں۔ اللہ میاں کے خزانے میں جمع کی ہوئی یہ دولت ہمیشہ بڑھتی ہی جائے گی۔"

نجمہ کپڑے اتارنا چاہتی تھی کہ ابّا نے اُسے منع کر دیا اور اُسے خوب پیار کیا۔ اگلی صبح جب ثروت سو کر اٹھی تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی کہ اُس کے سرہانے رکھی ہوئی کھلونا تجوری پوری بھری ہوئی تھی۔ اُس نے جلدی سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اُس کے ابّو سامنے کھڑے ہوئے مسکرا رہے تھے۔

توانائی کھیل کود میں
توانائی ورزش میں
توانائی بھاگ دوڑ میں

توانائی کی ضرورت لمحہ بہ لمحہ

یعقوب انرجی فوڈ بسکٹ سے توانائی بھی اور لذت بھی

YBF
TRADE MARK

یعقوب بسکٹ فیکٹری ۔ سکھر

Orient

مشاغل کی کہانی

عقیل عباس جعفری

آپ نے شاید اپنے دوستوں کو طرح طرح کی چیزیں جمع کرتے ہوئے دیکھا ہو۔ آپ نے یہ بھی دیکھا ہو گا کہ جس طرح آپ کے تمام دوستوں کی عادات و اطوار ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اسی طرح ان کے کھیل اور مشغلے بھی جُدا جُدا ہیں۔

آپ پوچھیں گے بھئی یہ کھیل کا لفظ تو سمجھ میں آ گیا۔ مگر یہ مشغلہ کس چیز کا نام ہے۔ تو اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ مشغلہ ایسے کسی دلچسپ کام کو کہا جاتا ہے۔ جو بچے بڑے سب ہی فرصت کے لمحات میں کرتے ہیں۔ بعض تو اپنے مشغلوں میں اتنے مگن ہو جاتے ہیں کہ انھیں کھانے پینے تک کا ہوش نہیں رہتا۔ بڑے لوگ تو اپنے مشغلوں کی خاطر دور دراز کے سفر بھی اختیار کرتے ہیں اور ایسی ایسی چیزیں اکٹھا کرتے ہیں کہ ان کا مجموعہ سب سے نمایاں نظر آئے۔

مشغلوں کی بدولت نئے نئے دوست

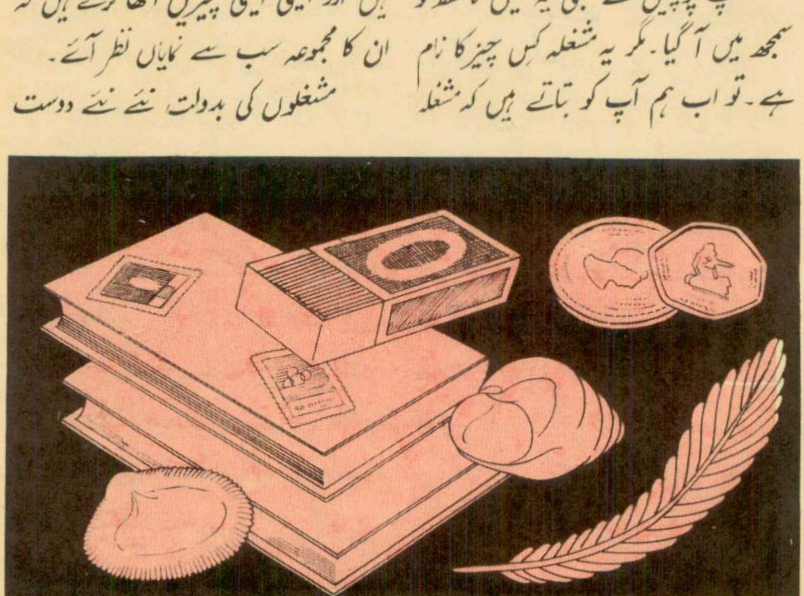

بنتے ہیں، معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، تفریح کے نئے نئے طریقے سوجھتے ہیں اور فرصت کا وقت بہت اچھی طرح کٹ جاتا ہے بعض اوقات لوگ اپنے منفرد مشاغل کے باعث ساری دنیا میں مشہور ہو جاتے ہیں۔ مختلف ملکوں سے انہیں دعوت نامے موصول ہوتے ہیں اور ان کی جمع کی ہوئی اشیاء بعض اوقات بہت گراں قیمت پر فروخت بھی ہو جاتی ہیں۔ اور یوں شہرت کے ساتھ ساتھ دولت بھی اُن کے ہاتھ آتی ہے۔

مشغلے صرف بچے ہی نہیں اپناتے۔ بڑے لوگ بھی ان میں اتنی ہی دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ملازمت سے ریٹائر ہونے والے افراد تو عام طور پر کسی نہ کسی مشغلے کی بدولت عمر کا بقیہ حصّہ پوری دلچسپی اور ہنسی خوشی کے ساتھ بسر کرتے ہیں۔

دنیا میں کئی بڑے آدمی اپنے مشاغل کے باعث مشہور ہوئے۔ مثلاً رُوم کے بادشاہ چارلس پنجم گھڑیاں جمع کرنے کے سلسلہ میں ساری دنیا میں مشہور تھے۔ فرانس کے شاہ لوئی چہار دہم، فرنیچر ڈیزائن کرنے کے شوقین تھے۔ برطانیہ کے شاہ جارج پنجم اور امریکہ کے صدر فرینکلن روز ویلٹ اپنے ڈاک ٹکٹوں کے ذخیرے کے باعث دنیا کے دوسرے لوگوں سے ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ فرینکلن روز ویلٹ کا ذخیرہ ساڑھے بارہ لاکھ ٹکٹوں پر مشتمل تھا جو اُن کے انتقال کے بعد ڈھائی لاکھ ڈالر (تقریباً چالیس لاکھ روپے) میں نیلام ہوا تھا۔ برطانیہ کے وزیرِاعظم سر ونسٹن چرچل تصنیف و تالیف اور مصوری کے شوق کے باعث مشہور تھے۔ اسی طرح امریکہ کے صدر آئزن ہاور کو بھی مصوری کے شہ پارے جمع کرنے کا شوق تھا۔ مشہور مغل بادشاہ جہانگیر بھی مصوری کے زبردست قدر دانوں میں تھے۔ ان کا مصوری کا ذوق اس انتہا کو پہنچا ہوا تھا کہ وہ صرف تصویر دیکھ کر مصور کا نام بتا دیتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ اگر کوئی تصویر کئی مصوروں نے مل کر بنائی ہو تو وہ یہ بھی بتا دیتے تھے کہ کون سا حصّہ کس مصوّر نے بنایا ہے۔ جہانگیر کی ملکہ نورجہاں کو طرح طرح کے عطر جمع کرنے کا شوق تھا۔ کہا جاتا ہے کہ گلاب کا عطر بھی انہی کی ایجاد ہے۔ ایک اور مغل بادشاہ شاہجہاں، عمارتیں اور باغات بنوانے کے شوقین تھے اور آج اسی باعث ساری دنیا میں مشہور ہیں۔ آگرہ کا تاج محل، دہلی کی جامع مسجد اور لاہور کا شالامار باغ انہی بادشاہ کی یادگاریں ہیں۔

مشغلہ صرف یہی نہیں ہوتا کہ کچھ چیزیں جمع کرنا شروع کر دی جائیں۔ اور اس کے لیے اپنے تمام ذرائع اور وسیلے استعمال کیے جائیں۔ مشغلہ یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی ایک ہی کام یا ایک ہی مقصد کے لیے ساری زندگی وقف کر دی جائے۔ مثلاً مشہور سائنس دان نیوٹن نے سیب گرتے ہوئے دیکھا اور اسی دُھن میں لگ گئے کہ یہ سیب آخر زمین پر کیوں گرا اور بالآخر کششِ ثقل کا قانون دریافت کر لیا۔ اسی طرح امریکہ کے رائٹ برادران نے ساری زندگی کی جدوجہد کے بعد بالآخر ہوائی جہاز ایجاد کر لیا۔ دنیا میں اس وقت مشینوں کا جو دور دورہ ہے اس کی بنیاد میں بھی ایک شخص کی ساری زندگی کی ریاضت شامل ہے۔ یہ جیمز واٹ تھے۔ جنہوں نے بھاپ کا انجن ایجاد کیا اور انسان کو نقل و حمل کے جدید ترین ذریعے سے روشناس کرایا۔

ماہرینِ نفسیات کہتے ہیں کہ مشغلے انسان کو دماغی اور جسمانی طور پر چاق و چوبند رکھتے ہیں۔ ڈاکٹروں نے یہ بھی تجربہ کیا کہ ایسے افراد جو خاصے عرصے سے بیمار چلے آ رہے تھے انہیں کسی مشغلہ سے لگا دیا گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ان لوگوں کی صحت بتدریج بہتر ہونا شروع ہو گئی ہے۔

کینیڈا کے ایک مشہور ماہرِ نفسیات سر ولیم آسلر کا کہنا ہے کہ انسان کسی مشغلہ کے بغیر خوش نہیں رہ سکتا۔ اُسے کسی دوسرے شخص پر احساسِ برتری اُسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ اپنے کسی ذخیرے کے باعث خود کو اس سے بالاتر سمجھتا ہے۔ ایسا شخص جو کسی مشغلے سے وابستہ ہو اسے یہ فکر نہیں ہوتی کہ فارغ وقت کس طرح کٹے گا۔ یا بڑھاپا کیسے گزرے گا۔

مشغلوں کی قسمیں

دُنیا کے سینکڑوں مشاغل کو بالعموم چار شعبوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ مختلف اشیا جمع کرنے کے مشاغل

۲۔ دست کاریاں اور ہاتھ سے مختلف اشیا بنانا۔

۳۔ فنونِ لطیفہ

۴۔ کھیل کود

آیئے اب ہم آپ کو ان کے بارے میں تفصیل سے بتائیں۔

۱۔ مختلف اشیاء جمع کرنا:

مختلف اشیاء کے مجموعے تیار کرنا دنیا کے

بیشتر لوگوں کا مرغوب ترین مشغلہ ہے۔ کچھ چیزیں جو بظاہر بے قیمت معلوم ہوتی ہیں، مثلاً ماچس کی ڈبیہ، استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ، غیر مروجہ سکے اور نوٹ، چابیاں، چاقو، ایش ٹرے، بٹن اور اسٹکرز وغیرہ۔ جب مجموعہ کی صورت میں سامنے آتی ہیں تو بہت قیمتی ہو جاتی ہیں۔ کچھ لوگوں کو خوب صورت اشیاء مثلاً تتلی کے پر اور سیپیاں وغیرہ جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ اسی طرح کچھ لوگ انتہائی قیمتی اشیا مثلاً نادر تصویریں، نایاب کتابیں اور ایسی ہی دوسری چیزیں جنہیں انگریزی میں ANTIQUES اور اردو میں نوادرات کہتے ہیں، جمع کرتے ہیں۔

یہ درست ہے کہ بعض بے قیمت اشیا کے مجموعے بسا اوقات انتہائی قیمتی ہو جاتے ہیں۔ مگر محض پیسوں کے لئے کوئی مشغلہ اختیار کرنا مناسب نہیں کیونکہ پھر وہ مشغلہ نہیں رہتا، تجارت بن جاتا ہے۔ البتہ مشغلے کے ذریعے پیسے اس طرح کمائے جا سکتے ہیں کہ آپ اس مشغلے کے ماہر بن جائیں۔ اس مشغلے کے بارے میں کتابیں یا مختلف مضامین تحریر کریں اور اپنے ذخیرے کی نمائشوں کا انعقاد کر سکیں۔

ہاتھ سے مختلف اشیا بنانا

یہ مشغلے ایسے لوگوں کے لئے بالعموم تفریح کا باعث ہوتے ہیں جو ہر وقت اپنے ہاتھوں کو مصروف رکھنا چاہتے ہیں۔ ایسے مشاغل سے گھر کی آرائش بہت اچھی طرح کی جا سکتی ہے۔ ایسے مشاغل میں دروازوں اور دیواروں کی آرائش سے لے کر ایک نیا کمرہ بنانے تک بہت سارے مشاغل شامل ہیں۔ بہت سے لوگ جو مطالعے کے شوقین ہوتے ہیں۔ اپنے لئے ایک چھوٹی سی "اسٹڈی" بنا لیتے ہیں۔ اسی طرح موسیقی یا مصوری کے شائقین اپنے لئے چھوٹے اسٹوڈیوز بنا سکتے ھیں۔

ایسے مشاغل لڑکیوں میں بالعموم بہت مقبول ہوتے ہیں۔ اور ایسے مشاغل پر دسترس رکھنا کسی بھی لڑکی کے لئے فخر کا باعث ہوتا ہے۔ ان مشاغل میں کشیدہ کاری، سلائی کڑھائی اور کھانے پکانے سے لے کر مکرامے، موتیوں کی مدد سے مختلف چیزیں بنانا (BEED WORK) فلاور میکنگ اور فیبرک پینٹنگ وغیرہ سب ہی چیزیں شامل ہیں۔

ایسی چیزوں کے بنانے کے لئے زیادہ تگ و دو نہیں کرنی پڑتی۔ ایسی چیزوں کی تیاری میں جو اشیا درکار ہوتی ہیں وہ بھی بآسانی دستیاب ہو جاتی ہیں اور ایسے اداروں کی بھی کمی نہیں جو اس قسم کے مشاغل کو سکھانے میں مدد دیتے ہیں۔ یہ اشیا اگر مہارت سے اور بڑے پیمانے پر بنائی جائیں تو مالی منفعت کا سبب بھی بن سکتی ہیں۔

۳۔ **فنونِ لطیفہ**:۔ جن بچوں میں فنون لطیفہ کی پسندیدگی کا جذبہ پایا جاتا ہے ان میں عام طور پر کچھ نہ کچھ تخلیق کرنے کی صلاحیت ضرور چھپی ہوتی ہے اور یہ صلاحیت مصوری، مجسّمہ سازی، موسیقی اور چھوٹی چھوٹی کہانیاں اور نظمیں لکھنے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔ کسی بچے میں اگر کسی بھی قسم کی تخلیق کا ذرا بھی جذبہ پایا جاتا ہو تو اس کے والدین اور اساتذہ کا فرض ہے کہ وہ اس کے جذبے کو عملی شکل دینے میں پوری مدد کریں کیونکہ اگر بچپن میں مناسب حوصلہ افزائی اور رہنمائی میسّر آجائے تو یہ بچے بڑے ہوکر بہت اچھے فنکار ثابت ہوتے ہیں۔

۴۔ **کھیل کود**:۔ بچّے عام طور پر کھیل کود کے شوقین ہوتے ہیں جن میں ان ڈور اور آؤٹ ڈور سب ہی قسم کے کھیل کود شامل ہیں۔

ان ڈور کھیلوں میں لوڈو، کیرم، ڈرافٹ شطرنج، اسکریبل، تاش، ٹیبل ٹینس، بیڈمنٹن اور اسکواش وغیرہ شمار ہوتے ہیں اور آؤٹ ڈور کھیلوں میں ہاکی، کرکٹ، فٹ بال اور اسی طرح کے متعدد کھیل شامل ہیں۔

تاہم کھیلوں کے چناؤ میں اس چیز کا ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ کھیل صاف ستھرے اور معیاری ہوں اور ان میں وقت ضائع ہونے کی بجائے وقت کا صحیح استعمال ہو۔ اور ساتھ ہی ساتھ کچھ ورزش بھی ہوجائے جس سے جسم ہمیشہ مستعد رہتا ہے۔

مشغلہ کا انتخاب

صحیح اور مناسب مشغلہ کا انتخاب جس قدر مشکل ہے اسی قدر ضروری بھی ہے۔ اگر کوئی شخص تنہائی کا عادی ہو تو اسے ایسا مشغلہ اختیار کرنا چاہیے جس میں مختلف لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے کا امکان ہو۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کہیں گروپ میں کام کرتا ہو تو اسے ایسے مشغلہ کا انتخاب کرنا چاہیے جس میں تنہائی میسّر آسکے یا کچھ تخلیقی صلاحیت سامنے آسکے۔ مشغلہ کے انتخاب کے سلسلہ میں ماحول کے علاوہ ہمسائے اور جائے سکونت بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی تاریخی اہمیت کے مقام پر رہتا ہے تو اسے یقیناً تاریخ سے دلچسپی پیدا ہوجائے گی، اسے چاہیے کہ ایسے مشغلہ کا انتخاب کرے جو اس کی دلچسپی کے مطابق ہو۔ مثلاً تاریخ کا مطالعہ یا جنگی کتابوں کا مطالعہ وغیرہ

اسی طرح ساحل سمندر کے قریب رہنے والے افراد سیپیاں جمع کرنے کا مشغلہ زیادہ آسانی سے اختیار کرسکتے ہیں۔

کسی مشغلہ کا آغاز کرنے سے پہلے یہ اچھی طرح سوچ لینا چاہیئے کہ اس مشغلہ پر کتنا وقت اور پیسہ خرچ ہوگا۔ عام طور پر ایسا مشغلہ اختیار کرنا چاہیئے جس میں زیادہ وقت اور پیسے صرف نہ ہوتے ہوں۔ مشغلہ کے آغاز میں زیادہ

قیمتی چیزیں اور اوزار وغیرہ خریدنے سے بھی گریز کرنا چاہیئے کیونکہ ممکن ہے جلد ہی اس مشغلہ سے دل بھر جائے۔ اور وہ رقم ضائع ہو جائے۔ اگر مشغلہ کا آغاز بہت چھوٹے پیمانے پر کیا جائے تو آہستہ آہستہ اس مشغلہ سے دلچسپی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

مشغلہ کا آغاز

مشغلہ کا آغاز اپنے دوستوں کے حلقہ سے کرنا چاہئیے۔ اگر وہ کسی مشغلہ سے یا مختلف مشغلوں سے وابستہ ہوں تو آپ ان سے گفتگو کر کے اور ان کا ذخیرہ دیکھ کر کوئی مشغلہ اختیار کرنے میں بہت آسانی محسوس کریں گے، اور دوستوں کے قیمتی مشورے آپ کے بہت کام آئیں گے۔

مشغلوں کے بارے میں تحقیق وجستجو

مختلف اسکولوں میں ہابی کلب قائم ہوتے ہیں۔ ایسے کلبوں کی رکنیت حاصل کرنے سے بہت اچھی معلومات حاصل ہوتی ہیں، مختلف مشاغل کی متعلقہ اشیا فروخت کرنے والے دوکانداروں سے بھی بہت اچھے مشورے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اچھے کتب فروشوں اور اچھی لائبریریوں میں مختلف مشاغل کے بارے میں متعدد کتابیں دستیاب ہوتی ہیں۔ یہ کتابیں بھی ان مشاغل کے سلسلہ میں بہت مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ شماروں میں ہم آپ کو باری باری مختلف مشاغل کے بارے میں بتائیں گے۔ آپ ان مضامین سے بھی مختلف مشاغل کے بارے میں بہت کچھ جان سکیں گے۔

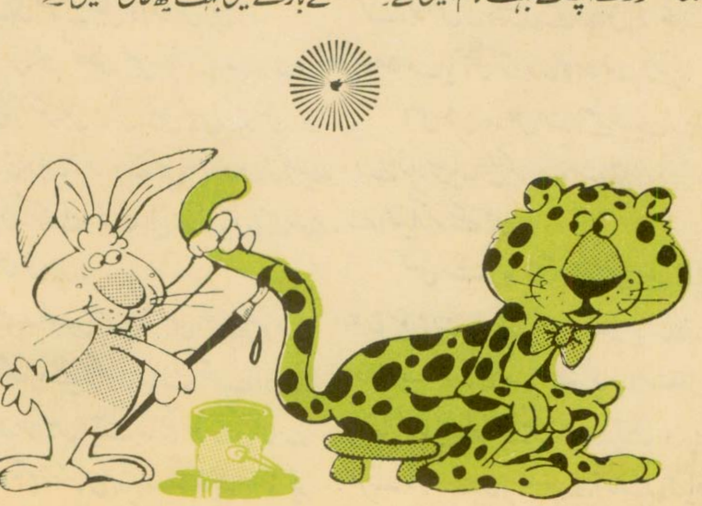

کیا مزے دار عید آئی ہے

نفیس فریدی

۔ کیا مزے دار عید آئی ہے
چٹ پٹا گوشت ساتھ لائی ہے

کوئی دُنبہ سجائے پھرتا ہے
ہار پہنے کسی کا بکرا ہے
گائے کے سر پہ کیسا سہرا ہے
عید قرباں ہے اور قصائی ہے
۔ کیا مزے دار عید آئی ہے

وہ کلیجی کی ڈش، یہ گردے کی
پائے اور یہ سری ہے بکرے کی
سیخ پر بوٹیاں ہیں گائے کی
یوں ہر اک ڈش ہمیں تو بھائی ہے
۔ کیا مزے دار عید آئی ہے

کوئی شامی کباب لاتا ہے
اور پسندے کوئی کھلاتا ہے
دل کے ٹکڑے کوئی چکھاتا ہے
ہم نے ہر شے مزے سے کھائی ہے
۔ کیا مزے دار عید آئی ہے

عید پر سب ہی نے پکایا گوشت
سیر ہو ہو کے سب نے کھایا گوشت
کہیں بھیجا، کہیں سے آیا گوشت
سب نے بقرعید یوں منائی ہے ۔
کیا مزے دار عید آئی ہے

بل بنام.....

کلیم چغتائی

خالد بیٹا ! انڈے لا دو !! امی کی آواز خالد کے کانوں سے ٹکرائی، جو بیٹھا ٹی وی دیکھنے میں مگن تھا۔ اس کی پسندیدہ فلم جو آ رہی تھی۔

"اونہہ" ٹی وی بھی نہیں دیکھنے دیتے یہ لوگ۔" خالد نے بڑی بیزاری سے سوچا۔ پھر اس کی توجہ ٹی وی کی جانب ہو گئی جہاں ایک کار دوسری کار کا تعاقب کر رہی تھی۔

"خالد بیٹے سنا نہیں تم نے۔ انڈے لے آؤ" امی کی آواز آئی۔

"بس امی یہ فلم ختم ہو جائے ابھی لاتا ہوں" خالد منمنایا۔

"مگر بیٹے یہ فلم تو بہت دیر چلے گی، مجھے انڈے ابھی چاہییں" امی نے اس کے قریب آ کر کہا۔ "جاؤ بیٹے انڈے لے آؤ۔ پھر فلم دیکھ لینا"

"بس یہی تو مصیبت ہے۔ یہ لے آؤ وہ لے آؤ" خالد بڑبڑاتا ہوا انڈے لینے چلا گیا۔

رات میں اس نے اپنی الماری کھول کر کہانیوں کی ایک کتاب نکال لی۔ ابھی دو ہی صفحے پڑھے تھے کہ امی کی آواز آئی، "خالد بیٹے ذرا یہ کچرا لے جا کر باہر کوڑا گھر میں پھینک دو"

"کسی وقت بھی چین نہیں ہے" خالد نے جھلا کر کہانیوں کی کتاب پھینک دی اور کچرے کی ٹوکری اٹھا کر تیزی سے باہر نکل گیا۔

خالد کو اپنی امی سے یہی شکایت تھی۔ جب دیکھو کوئی نہ کوئی کام لیے

موجود ہیں ۔ کبھی آٹا لانا ہے ، کبھی چپل موچی کے پاس لے جا کر سلوانی ہے ۔ کبھی بجلی کا بل بھرنا ہے تو کبھی امّی کے لیے رکشہ لے کر آنا ہے "کام کام ، کام " وہ کڑھتے ہوئے سوچتا "کوئی ایسا دن بھی آئے گا جس دن امّی مجھ سے کہہ دیں کہ بیٹے خالد آج تمھیں کوئی کام نہیں کرنا ہے خوب مزے سے ٹی وی دیکھو ، کہانیاں پڑھو ، کرکٹ کھیلو کوئی روک ٹوک نہیں "

مگر پھر وہ آہ بھر کر جی ہی جی میں کہہ اٹھتا "ہونہہ ایسا بھی کبھی ہو سکتا ہے ایسا اگر کسی دن ہو گیا تو میں سمجھوں گا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں "

ہاف ٹائم کی گھنٹی بجی ۔ لڑکے شور مچاتے کلاسوں سے نکلے اور اِدھر اُدھر بھاگنے لگے ۔ بہت سے خوانچے والوں کی طرف لپکے جبکہ کچھ نے آنکھ مچولی کھیلنا شروع کر دی ۔ خالد اپنے دوستوں ہاشم اور جاوید کے ساتھ میدان کی طرف نکل گیا ۔

" بڑے چپ چپ ہو آج " ہاشم نے خالد کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا ۔

" ہاں مجھے بھی یہی محسوس ہوا تھا " جاوید نے ہاشم کی تائید کی۔
" کچھ نہیں یار بس یوں ہی " خالد گڑبڑا کر بولا۔
" پھر بھی یار کچھ بتاؤ تو۔ ہم تو یاروں کے یار ہیں۔ ہمارے لائق کوئی خدمت؟"
جاوید نے لہک کر پوچھا۔۔
" نہیں یار تم کیا خدمت کرو گے، بات دراصل یہ ہے کہ میں تو گھر کے کام کرتے کرتے تنگ آگیا ہوں " خالد نے آخر دل کی بات بیان کر ہی دی۔
" گھر کا کام یعنی ہوم ورک ؟" ہاشم نے سوال کیا۔
" نہیں ماسٹر صاحب والا ہوم ورک نہیں، گھر کے کام جو امّی مجھے بتاتی رہتی ہیں۔ یہ لے آؤ وہ لے آؤ، یہ چیز وہاں رکھ دو " خالد نے بتایا۔
" اماں یار اتنی سی بات تھی۔ بھئی سیدھا سادہ حل اس الجھن کا یہ ہے کہ تمھاری امّی کو مفت کام کروانے کی عادت پڑ گئی ہے۔ یہ عادت جبھی چھوٹ سکتی ہے جب تم ان سے کام کا معاوضہ طلب کر لیا کرو " ہاشم نے کہا۔
" معاوضہ ؟" خالد نے حیران ہو کر پوچھا۔
" ہاں بھئی معاوضہ اور کیا " ہاشم بولا " دن بھر میں وہ تمھیں جتنے بھی کام بتائیں ان کا کوئی ریٹ مقرر کر لو۔ اس ریٹ کے حساب سے پیسے طلب کر لو۔ پیسے بھی ہاتھ آئیں گے اور کام بھی آئندہ سے کم کروایا جائے گا "
" یار ترکیب تو اچھی ہے " خالد خوش ہو کر بولا " آج ہی آزماتا ہوں "
" مگر جو آمدنی ہو اسے خرچ کرتے ہوتے اپنے دوستوں کو مت بھولنا " جاوید نے ہنس کر کہا۔
" نہیں یار ایسا کبھی ہو سکتا ہے " خالد احسان مندی کے لہجے میں بولا۔
اسی وقت ہاف ٹائم ختم ہونے کی گھنٹی بج گئی۔

رات کو خالد نے ایک پرچے پر ان کاموں کی تفصیل درج کی جو اس سے دن بھر میں امّی نے کروائے تھے۔ اس نے کام کی نوعیت اور گھر سے فاصلے کا دھیان رکھتے ہوئے، ہر کام کے آگے "مناسب" معاوضہ لکھ دیا۔ پھر اس نے اپنے ابّا کے پرانے

کاغذات میں سے ایک بل بُک نکالی۔ کئی سال پہلے جب اس کے ابّا مکانوں کی تعمیر کے ٹھیکے لیا کرتے تھے تو وہ مختلف کاموں کے سلسلے میں بل بنا کر بھیجا کرتے تھے جس پر کام یا سامان اور اس کا معاوضہ درج ہوتا تھا۔ گلابی رنگ کے بل کے نیچے کاربن کاپی رکھ کر اس نے امّی کے نام بل بنا دیا۔ جو کچھ یوں تھا:

خالد کنسٹرکشن کمپنی

بنام امّی — تاریخ ۲ جنوری ۱۹۸۶ء

تعداد	تفصیل	نرخ روپے	رقم روپے
دو بار	دودھ لایا	۱	۲
ایک بار	گوشت لایا	۲	۲
ایک بار	مرغیاں کھولیں	۱	۱
ایک بار	مرغیاں بند کیں	۳	۳
چار بار	چھوٹے بھائی کو سنبھالا	۲	۸
	نوٹ: کسی شکایت کی صورت میں مینجر سے رجوع کریں۔	کل میزان	۱۶

بل بنانے کے بعد خالد نے رقم شمار کی تو سولہ روپے بنی۔ خوشی کے مارے اس کی باچھیں کھل گئیں۔ سولہ روپے۔ اُف میرے خدا۔ روزانہ اگر سولہ، بیس روپے کی آمدنی ہوتی رہی تو مہینے بھر میں میرے پاس چار ساڑھے چار سو روپے ہو جائیں گے۔ پھر تو میں جلد ہی نئی سائیکل خرید لوں گا! وہ خیالی پلاؤ پکانے لگا۔ اسے خیال آیا "یار بل تو امّی کے نام ہے کیوں نہ کچھ رعایت کر دوں۔ مگر کتنی؟ ایک روپیہ رعایت ٹھیک رہے گی۔ ابھی پرسوں وہ امّی کی دوا لانے میڈیکل اسٹور گیا تھا۔ سترہ روپے کی دوا تھی لیکن دکاندار نے سولہ روپے لیے تھے۔ چلو ٹھیک ہے پندرہ بھی بُرے نہیں ہیں، اس نے خوش ہوتے ہوئے بل میں "ایک روپیہ رعایت" بڑھا کر کل رقم پندرہ ۱۵ روپے لکھ دی۔

چلو اب یہ بل امی کو دے دیا جائے۔ امی شاید دوسرے کمرے میں مشین پر بیٹھی سلائی کر رہی تھیں۔ خالد نے بل ہاتھ میں اُٹھا تو لیا مگر امی کے پاس جا کر بل انھیں دیتے ہوئے وہ جھجکنے لگا۔ اسی وقت امی کسی کام سے اٹھیں اور برابر والے کمرے میں چلی گئیں۔ خالد نے موقع غنیمت جانا اور دوڑ کر بل مشین کے برابر رکھ دیا۔ بل پر اس نے قینچی رکھ دی تھی تاکہ ہوا سے اُڑ نہ جائے۔ ظاہر ہے امی آتے ہی قینچی اٹھائیں گی تاکہ کپڑا کاٹ سکیں اور پھر بل دیکھ لیں گی وہ دھڑکتے دل کے ساتھ دوسرے کمرے میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ اس نے وقت گزارنے کے لیے کہانیوں کی ایک کتاب اٹھا لی۔ اس کی نظریں تو کتاب پر تھیں لیکن توجہ امی کی جانب تھی۔ اسے امید تھی کہ امی اسے بلا کر اس پر تھوڑا سا ناراض ہوں گی اور پھر پندرہ نہیں تو دس روپے تو دے ہی دیں گی "لیکن اگر امی کو بُرا لگ گیا تو ؟" اس کے کانوں میں جیسے کسی نے سرگوشی کی۔ "نہیں کیوں بُرا لگے گا" اس نے سر جھٹک کر گویا خود کو تسلی دینے کی کوشش کی۔

پندرہ منٹ گزر گئے، آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ پون گھنٹہ گزر گیا۔ خالد نااُمید سا ہو گیا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ امی کی نظر بل پر نہیں پڑی ورنہ وہ اُسے بُلا کر کچھ تو کہتیں۔ مزید کچھ دیر انتظار کے بعد وہ بستر پر لیٹ گیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ امی نے اتنی دیر سے اُسے ایک کام بھی نہیں کہا تھا۔ حالانکہ عام طور پر اتنے وقت میں امی اسے کسی نہ کسی کام کے لیے کہہ دیتی تھیں اور کچھ نہیں تو دروازے بند کرنے یا یہ دیکھنے کا حکم مل جاتا تھا کہ دروازے بند ہیں یا نہیں۔ تو کیا امی نے بل دیکھ لیا ہے اور وہ اس ڈر سے اس سے کام نہیں کروا رہی ہیں کہ خالد مزید پیسوں کا بل بنا کر دے دے گا۔ اسی ادھیڑ بن میں اسے نیند آ گئی۔

دوسرے دن اسکول کی چھٹی تھی۔ خالد اطمینان سے پڑا سوتا رہا حتیٰ کہ کمرے میں دھوپ پھیل گئی اور اس کی تپش جب خالد کو اپنے چہرے پر محسوس ہوئی تو اس کی آنکھ کھل گئی۔ گھڑی نو بج کر دس منٹ بجا رہی تھی۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ "کمال ہے" اس نے سوچا "امی تو چھٹی کے دن بھی نہیں بخشتی تھیں اور آج یہ عالم ہے کہ سوا

تو ہونے کو آئے امی نے اٹھا کر کوئی کام نہیں بتایا۔ ہو نہ ہو امی نے بل دیکھ لیا ہے اور اب وہ زیادہ رقم خرچ کرنے کے موڈ میں نہیں ہیں اِس مگر یہ کیا ؟ اس کے بستر کے قریب کہانیوں کی وہ کتاب پڑی تھی جو وہ رات کو پڑھ رہا تھا اور کتاب میں سے کوئی گلابی گلابی کاغذ جھانک رہا تھا۔ اس نے بے اختیار وہ کاغذ کتاب میں سے کھینچ لیا۔ یہ اسی طرح کا بل تھا جیسا اس نے امی کے نام بنایا تھا مگر اب تحریر اس کے ہاتھ کی نہیں بلکہ امی کی تھی۔ وہ حیرت اور قدرے خوف کے ساتھ بل کو پڑھنے لگا :۔

خالد کنسٹرکشن کمپنی

بنام خالد بیٹا — تاریخ ۳ جنوری ۱۹۸۶ء

تعداد	تفصیل	نرخ روپے	رقم روپے
کئی بار	تم بیمار پڑے، میں نے رات رات بھر جاگ کر تمھاری تیمارداری کی۔	کچھ نہیں	کچھ نہیں
بے شمار بار	تمھارے لیے کھانا پکایا	"	"
کئی بار	تمھارے کپڑے سیئے	"	"
بے شمار بار	تمھارے کپڑے دھوئے	"	"
بے شمار بار	تمھارے کپڑے استری کیے	"	"
	نوٹ : کسی شکایت کی صورت میں منیجر سے رجوع کریں	کل میزان	کچھ نہیں

بل کو ہاتھ میں لیے خالد بڑی دیر بیٹھا رہا۔ دو الفاظ اس کی نظروں کے سامنے ناچ رہے تھے "کچھ نہیں" "کچھ نہیں" پھر ان دو الفاظ کی جگہ دوسرے دو الفاظ نے لے لی "پندرہ روپے" "پندرہ روپے" پھر اسے یوں لگا جیسے بل پر اس

کی امّی کی تصویر ابھر آئی ہو اسے محسوس ہوا امّی بہت روئی ہیں ۔ ان کی آنکھیں سُوجی ہوئی تھیں اور چہرے سے ناراضگی ظاہر ہو رہی تھی ۔ اسے ایسا لگا جیسے امّی کے ہونٹ ہل رہے ہوں اور وہ کہہ رہی ہوں : "بیٹے تمھیں پندرہ روپے چاہییں تو لے لو" خالد تڑپ کر بستر سے اٹھا اور تڑپتا دوڑتا ہوا دوسرے کمرے میں پہنچا جہاں امّی اس کے چھوٹے بھائی کو سُلانے کی کوشش کر رہی تھیں ۔ وہ دروازے پر ہی ٹھٹھک گیا ۔

"امّی ! " خالد کے ہونٹوں سے صرف یہی ایک لفظ مشکل سے نکل سکا۔ اس ایک لفظ میں بڑی بےچارگی تھی ۔ ندامت کا احساس تھا ۔ امّی نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا پھر مُنّے کو تھپکنے میں مصروف ہو گئیں ۔

"امّی !" خالد پھوٹ پھوٹ کر رو دیا ۔ "امّی مجھے معاف کر دیجیے ، میں اب کبھی اس طرح نہیں کروں گا۔ مجھے اسکول میں دوستوں نے بہکایا تھا ۔ امّی مجھ سے بڑی غلطی ہوئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ امّی !" خالد ہچکیاں لینے لگا اس نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیے ۔

اسی وقت کسی کا ہاتھ اسے اپنے سر پر محسوس ہوا ۔ یہ امّی تھیں ۔ پھر امّی نے اسے کھینچ کر گلے سے لگا لیا ۔ امّی بھی رو رہی تھیں اور گھٹی آواز میں کہہ رہی تھیں ۔

"میرے بچّے اللہ تجھے ہر شر سے محفوظ رکھے ۔ ہر شر سے ۔ ۔ ۔ ہر شر سے ۔ ۔"

شیر کی دم

ترجمہ: نجم الثاقب

ایک شام ایک تھکا ہارا کسان کاندھے پر کدال ڈالے چاول کے کھیت پر کام سے فارغ ہو کر گھر واپس جا رہا تھا۔ اس کا ذہن گاؤں واپس پہنچنے پر کھانا کھانے، بانسری بجانے اور پھر آرام سے سو جانے کے خیالات میں مگن تھا۔ ٹیڑھے میڑھے راستے پر چلتے چلتے اس کا گزر بڑے بڑے پتھروں کے ایک ڈھیر سے ہوا۔ اس نے دیکھا کہ پتھروں کے بیچ ایک دراڑ میں سے ایک دُم باہر نکلی ہوئی ہے۔ یہ کسی جانور کی دُم تھی جس کا بقیہ دھڑ پتھروں کے ڈھیر کے دوسری جانب تھا۔ جانور کی دُم لہرا رہی تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ جانور زندہ ہے۔ دُم پہچاننے میں کسان کو کوئی دقت نہ ہوئی

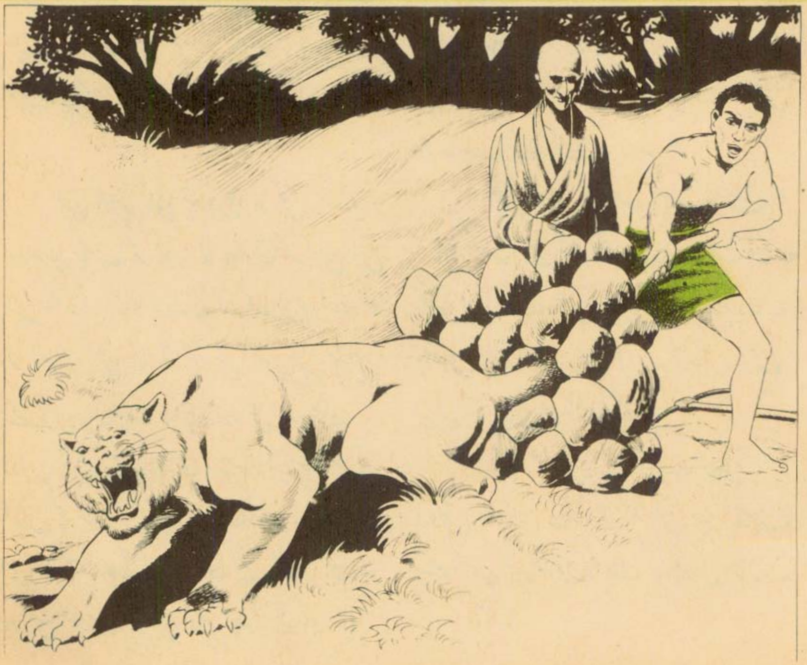

یہ کسی شیر کی دُم تھی اور اچھی خاصی موٹی اور بڑی تھی جس سے خیال ہوتا تھا کہ شیر بھی کوئی معمولی شیر نہیں۔

گھبراہٹ کے مارے بیچارے کسان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ پہلے اس کے دماغ میں آیا کہ فوراً ہی گاؤں کی جانب دوڑ لگا دی جائے لیکن جلد ہی اسے احساس ہو گیا کہ شیر دراصل اسی بات کا منتظر تھا کہ جیسے ہی کسان آگے بڑھ کر راستے کے ساتھ ساتھ مڑے اور شیر کے سامنے آئے، شیر اپنا کام دکھا جائے۔ لہٰذا کسان نے دوڑنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق جب اور کچھ سمجھ میں نہ آیا تو کدال ایک طرف پھینک کر مضبوطی سے شیر کی دُم جکڑ لی۔

اب کھینچا تانی شروع ہو گئی۔ شیر دوسری جانب کو زور لگا رہا تھا کہ کسی طرح اپنی دُم کو آزاد کروائے اور کسان پورا زور لگا کر دم کو کھینچ رہا تھا کہ شیر اس طرح پتھروں کے اُس پار پھنسا رہے اور ہل نہ سکے۔ دونوں آگے پیچھے ہوتے رہے۔ شیر غرا رہا تھا۔ کسان کا سانس پھول رہا تھا اور پسینے سے اس کا جسم بھیگ چلا تھا لیکن ظاہر ہے کہ وہ کسی قیمت پر بھی دُم چھوڑنے کو تیار نہیں تھا۔

ابھی یہ کشمکش چل ہی رہی تھی کہ ایک درویش نما شخص کا وہاں سے گزر ہوا۔ یہ درویش ایک بھکشو تھا۔ بھکشو دراصل بُدھ مذہب کے ماننے والے مبلغوں کو کہا جاتا ہے۔

"اُف! شکر ہے! خدا نے تمھیں اس وقت فرشتہ بنا کر یہاں بھیجا ہے۔" کسان چلا کر اس سے مخاطب ہوا۔ "میرے محسن! میری کدال اٹھاؤ اور اس وحشی شیر کو مار ڈالو۔ میں اسے پکڑے ہوئے ہوں۔"

مقدس درویش نے پُرسکون انداز میں اس کی جانب دیکھا اور بولا۔ "مجھے افسوس ہے کسی جاندار کو ہلاک کرنا میرے اصولوں اور مذہب کے خلاف ہے۔"

"نہیں نہیں تم ایسا نہیں کر سکتے۔" کسان گھگھیانے لگا۔ "میرے بازو اب تھک چکے ہیں۔ جیسے ہی اس کی دُم میرے ہاتھوں کی گرفت سے نکلی، یہ خونخوار درندہ میری تکہ بوٹی کر ڈالے گا۔"

"مجھے افسوس ہے میرے بھائی۔" درویش اطمینان سے بولا۔ "لیکن میرا مذہب مجھے کسی بھی مخلوق کو ہلاک کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔"

"تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو۔" کسان تقریباً رو پڑا۔ "اگر تم نے میری مدد نہ کی تب بھی تو میری موت کے ذمّہ دار تمھی ہو گے۔ کیا ایک انسان کی جان کی قیمت ایک جانور کی قیمت سے بھی کم ہے؟"

درویش نے غور سے اس کی بات سُنی اور نرمی سے کسان کو سمجھانے لگا۔ "ہمارے اردگرد جنگل میں مختلف مخلوقات ایک دوسرے کو مارتی رہتی ہیں قتل کرتی رہتی ہیں یہ تو ایک قدرتی نظام ہے۔ لیکن میں ایک سمجھ دار انسان ہوں اور جانتا ہوں کہ خدا اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس کی کسی مخلوق کو دانستہ مار ڈالا جائے۔ کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے اور میں نے یہی سیکھا ہے۔"

دراصل بُدھ مت، مذہب کے ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ کسی بھی جاندار چیز کو تکلیف نہ پہنچائی جائے۔

کسان کی بچی کھچی طاقت اور توانائی اب رخصت ہو چلی تھی۔ شیر کی دُم اس کی گرفت سے پھسلی جا رہی تھی کیونکہ پسینے کی زیادتی سے اس کے ہاتھ اب گیلے اور چکنے ہو گئے تھے۔ آخر اس نے کہا۔ "میرے مقدّس اور مہربان دوست۔ اگر کتابوں میں یہی لکھا ہے تو صحیح لکھا ہو گا۔ میں تمھیں مجبور نہیں کروں گا۔ البتہ مجھ پہ صرف ایک احسان کر دو۔ تم صرف ذرا اس شیر کی دُم پکڑ لو تاکہ میں اسے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالوں اس طرح تم ایک گناہ سے بھی بچ جاؤ گے اور میری جان بھی بچ جائے گی۔"

درویش نے آسمان کی جانب دیکھتے ہوئے کچھ سوچا اور بالآخر وہ کسان کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"بہت اچھا! میرے مذہب میں محض شیر کی دُم پکڑنا قابلِ اعتراض نہیں ہے اور نہ ہی مقدّس کتاب میں اس بارے میں کچھ لکھا ہے۔"

لہٰذا اس نے آگے بڑھ کر شیر کی دُم مضبوطی سے پکڑ لی۔

"کیا تم نے اِسے اچھی طرح پکڑ لیا ہے۔" کسان نے پوچھا

"ہاں! بہت اچھی طرح۔" درویش نے اسے یقین دلایا۔

"کیا واقعی تمھیں یقین ہے کہ تم اسے سنبھال لو گے۔" کسان نے اطمینان کرنے کے لیے پوچھا۔

"ہاں ہاں میں سنبھال لوں گا۔" درویش نے جواب دیا۔

کسان نے آہستگی سے دُم پر سے اپنے

ہاتھ ہٹا لیے۔ اس نے سر کے گرد باندھا کپڑا کھول کر اپنے چہرے پر سے پسینہ خشک کیا۔ پھر اس نے اپنی کدال اٹھا لی ہاتھوں پر سے مٹی جھاڑ کر کدال اس نے پہلے کی طرح اپنے شانے پر ڈالی اور اپنے گاؤں کی جانب چل پڑا۔

شیراب انتہائی غصے میں آچکا تھا، اور اس کی برداشت کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ وہ غیض و غضب کے عالم میں دھاڑ رہا تھا اور زیادہ طاقت سے اپنے آپ کو چھڑوانے کے لیے زور لگا رہا تھا۔ درویش اپنے سارے جسم کی طاقت اپنے ہاتھوں میں سمیٹ کر اس کی دُم پکڑے ہوئے تھا، اور دُم کے ساتھ ساتھ آگے پیچھے ہو رہا تھا۔

"جلدی کرو، جلدی کرو، اسے جلدی سے مارو۔" درویش چیخ چیخ کر کسان کو پکار رہا تھا۔

لیکن کسان کے کان پر جُوں تک نہیں رینگ رہی تھی۔

"کہاں جا رہے ہو؟" درویش غصے میں چیخا۔ "میں زیادہ دیر اسے قابو میں نہیں رکھ سکتا۔" وہ تنبیہی انداز میں چلّایا۔ "اسے جلدی سے اپنی کدال سے مار ڈالو ورنہ ہم دونوں کی خیر نہیں۔"

کسان اِطمینان بھرے انداز میں اس کی جانب متوجّہ ہوا۔ اس کا چہرہ پُرسکون تھا۔

"معزز، مقدّس اور قابلِ تقلید بزرگ۔" اس نے عزت سے کہا۔ "میں نے آپ کی مقدس اور معلوماتی گفتگو بڑے غور سے سُنی ہے اور آپ سے مقدّس کتاب کی تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ میں کسی جاندار کی جان کی قدر و قیمت کے بارے میں آپ کے خیالات اور نظریات سے بہت متاثر ہوا ہوں اور مجھے علم ہوا ہے کہ میں آج تک گمراہ تھا۔ آپ نے مجھے سیدھی راہ دکھائی ہے۔ میں اب آپ کے مذہب پر ایمان لے آیا ہوں اور چونکہ ہمارے مذہب میں کسی جاندار کو ہلاک کرنے کی اجازت نہیں ہے لہٰذا آپ مجھ سے اس گناہ پر اصرار نہ کریں۔ تھوڑا سا انتظار کیجیے ہو سکتا ہے ابھی تھوڑی دیر میں یہاں کوئی ایسا شخص آجائے جس کے خیالات اور اصول ہم سے مختلف ہوں اور جس کے عقیدے کی رُو سے کسی مخلوق کو ہلاک کرنا قابلِ اعتراض نہ ہو۔ وہ یقیناً آپ کی مدد بھی کر دے گا اور گناہ سے بھی بچ جائے گا۔"

اپنی تقریر ختم کر کے کسان درویش کے سامنے احتراماً جھکا اور گاؤں کی طرف چل پڑا۔

علی نوری

فٹبال ورلڈ کپ ۱۹۸۶ء

یہ انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ جب وہ اپنے روزمرّہ کے کام سے فارغ ہوتا ہے تو وہ جسمانی و ذہنی سکون کے لئے تفریح چاہتا ہے۔ ماضی میں چونکہ لوگوں کے پاس فرصت زیادہ ہوتی تھی اس لئے وہ اپنا وقت اکثر سیر و شکار اور سیاحت میں گزارتے تھے۔ لیکن موجودہ دور میں نہ تو وہ ذرائع ہیں اور نہ ہی انسان کے پاس اتنا وقت ہے۔ للہذا

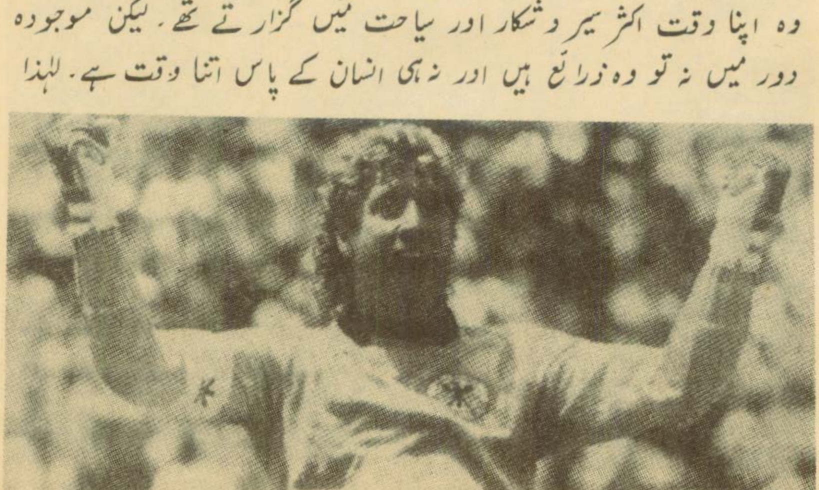

عام طور پر لوگ زیادہ تر مختلف کھیل کھیلنے اور انہیں دیکھنے میں اپنا وقت گزارتے ہیں۔

بچّو! آپ بھی تعلیم کے علاوہ اپنے فارغ اوقات میں کھیلنے اور کھیل دیکھنے کو ہی ترجیح دیتے ہوں گے۔ عام طور پر پاکستان میں جو کھیل مقبول ہیں وہ ہاکی، اسکواش اور کرکٹ ہیں۔ ان ہی میں آپ کی دلچسپی زیادہ ہوتی ہو گی۔ ایک کھیل اور بھی ہے جو پاکستان میں بے حد مقبول ہے۔ لیکن مناسب سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے اس کھیل میں پاکستان عالمی معیار پر پورا نہیں اترتا اور وہ کھیل ہے فٹبال۔

فٹبال اس وقت دنیا کا مقبول ترین کھیل ہے۔ جس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ۱۹۸۶ کا ورلڈ کپ فٹبال ٹورنامنٹ جو ۲۹ مئی سے ۳۰ جون تک میکسیکو میں کھیلا گیا۔ اسے ٹیلی ویژن کے ذریعہ دنیا بھر میں تقریبًا دو ارب افراد نے دیکھا جب کہ میکسیکو سٹی کے ازٹیک اسٹیڈیم میں ارجنٹائن اور مغربی جرمنی کی ٹیموں کے درمیان کھیلے گئے

مارا ڈونا —— ارجنٹائن کے بین الاقوامی شہرت یافتہ کھلاڑی اپنے مداحوں کے درمیان

ٹورنامنٹ کے فائنل میچ کو ایک لاکھ ۱۴ ہزار افراد نے دیکھا۔

فائنل میں ارجنٹائن نے مغربی جرمنی کو دو کے مقابلہ میں تین گول سے شکست دے کر ورلڈ کپ دوسری بار جیتا۔ اس سے قبل ارجنٹائن کی ٹیم ۱۹۷۸ء میں بھی ورلڈ چمپئین رہ چکی ہے۔ مجموعی طور پر ۱۹۳۰ء سے ۱۹۸۶ء تک ۱۳ ورلڈ کپ ٹورنامنٹس منعقد ہو چکے ہیں۔ جن میں سے برازیل اور اٹلی نے تین تین بار، ارجنٹائن، یورو گوئے اور مغربی جرمنی نے دو دو بار اور انگلستان نے یہ عالمی اعزاز ایک بار جیتا ہے۔ ورلڈ کپ فٹبال کا اعلٰی ترین ٹورنامنٹ تصوّر کیا جاتا ہے جو ہر ۴ سال کے وقفہ سے منعقد ہوتا ہے۔ جس کے لئے کوالیفائنگ راؤنڈ دنیا بھر کے ممالک کے درمیان ۲ سال پہلے سے شروع ہو جاتے ہیں۔ جن سے کوالیفائی کرنے والی ۲۴ ٹیموں کو ورلڈ کپ میں کھیلنے کا حق ملتا ہے۔ لیکن

اس میں بھی دو ٹیمیں یعنی جو ملک عالمی چمپئن ہے اور میزبان ملک کو براہ راست ورلڈ کپ کھیلنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

پاکستان ٹیلی ویژن نے پہلے اور دوسرے راؤنڈ کے میچوں کی ریکارڈنگ دکھائی۔ جبکہ کوارٹر فائنلز سے فائنل تک کے میچ براہ راست میکسیکو سے نشر کئے۔

آپ نے بھی یہ میچ ضرور دیکھے ہوں گے۔ اور ٹیموں کے عمدہ اور اعلیٰ کھیل سے لطف اندوز بھی ہوتے ہوں گے۔ دراصل ورلڈ کپ میں شرکت کرنے والی ٹیموں کے کھلاڑیوں کا پیشہ ہی فٹبال کھیلنا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی تمام تر توجہ اپنے کھیل کو بہتر سے بہتر بنانے پر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کا کھیل نہایت ہی اعلیٰ معیار کا ہوتا ہے۔ خصوصاً ٹورنامنٹ میں ارجنٹائن، فرانس، برازیل، اسپین، انگلستان، بلجیم، مغربی جرمنی اور مراکش کی ٹیموں کا کھیل قابلِ دید رہا۔ خصوصاً ارجنٹائن، برازیل فرانس، بلجیم اور مراکش نے اپنے خوبصورت کھیل سے دنیا بھر میں اپنے کروڑوں مدّاح بنائے۔

گوکہ فٹبال گیارہ کھلاڑیوں پر مشتمل ٹیم کا کھیل ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود چند کھلاڑی ایسے بھی ہوتے ہیں جو تنہا اپنے شاندار کھیل کی بدولت خاصے نمایاں ہوتے ہیں۔ ایسے کھلاڑیوں میں ارجنٹائن کے ڈیگو مارا ڈونا، جارج والڈانو، جوز براؤن، اینریکے اور بروچاگا، برازیل کے کاریکا، سیزر، زیکو اور سوکریٹس، فرانس کے مائیکل پلاٹینی، جنجین، جیریس، ٹیگانا، اسٹوپیرا، فریری اور امروس، مراکش کا گول کیپر بدو اسحٰق، الجزائر کا لخدر بیلومی انگلستان کا گیری لائنکر، بلجیم کے کولز مینز اور سیفو اور مغربی جرمنی کے روڈی فولر اور کال ہینز رومینگی شامل ہیں۔ ان کھلاڑیوں نے حالیہ ورلڈ کپ میں بڑا نام پیدا کیا۔ خصوصاً ڈیگو مارا ڈونا کو آپ ضرور جانتے ہوں گے۔ جس نے اپنے خوبصورت کھیل کی بدولت بالآخر

ارجنٹائن کو ورلڈ کپ کے فائنل میں مغربی جرمنی کے مقابلہ میں کامیابی سے ہمکنار کیا۔ اس کھلاڑی کو روکنے میں تقریباً تمام حریف ٹیموں کے کھلاڑی بے بس نظر آئے۔ فائنل میں مغربی جرمنی کے دفاعی کھلاڑیوں نے ماراڈونا کی سخت نگرانی کی، گو انہوں نے اسے گول کرنے تو نہیں دیا۔ لیکن یہ اسی کے پاس تھے جس پر ارجنٹائن کے دیگر کھلاڑیوں نے گول کئے۔ ماراڈونا اٹلی کے کلب ناپولی سے کلب فٹبال کھیلتا ہے اور اس کی ٹرانسفر فیس ۸۰ لاکھ ڈالرز (تقریباً ۱۲ کروڑ ۸۰ لاکھ روپے) ہے۔ اب اس سے اندازہ لگائیے کہ یہ کھلاڑی کتنا امیر ہے۔ جبکہ انگلستان کے کھلاڑی گیری لائنکر کو اسپین کے کلب باریلونا نے انگلستان کے کلب ایورٹن سے ۴۰ لاکھ پونڈ اسٹرلنگ (تقریباً دس کروڑ روپے) ٹرانسفر فیس کے عوض حاصل کئے ـــ اسی طرح زیکو، سوکریٹس، پلاٹینی اور رومینیگی بھی خاصے مہنگے

کھلاڑی ہیں۔ اور ان کو حاصل کرنا ہر کلب کے بس کی بات بھی نہیں ہے۔

لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ اولمپک گیمز میں یہ کھلاڑی شرکت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کھلاڑیوں کا پیشہ ہی فٹبال کھیلنا ہے۔ جبکہ اولمپک گیمز شوقیہ طور پر کھیلنے والے کھلاڑیوں تک ہی محدود ہوتا ہے۔ للہٰذا اولمپک گیمز فٹبال ٹورنامنٹ میں شرکت کرنے والے فٹبالرز بھی شوقیہ فٹبالرز ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کا کھیل اس معیار کا نہیں ہوتا جیسا کہ پیشہ ور فٹبالرز کا کھیل ہوتا ہے۔

مجموعی طور پر فٹبال ایک نہایت دلچسپ کھیل ہے۔ اس کھیل کو کھیلنے سے انسان اپنے آپ کو جسمانی و ذہنی طور پر نہایت چُست وچالاک محسوس کرتا ہے۔ یہ کھیل بین الاقوامی طور پر ۹۰ منٹ تک کھیلا جاتا ہے۔ جو ۴۵، ۴۵ منٹ کے دو ہاف پر مشتمل ہوتا ہے۔ مدّ مقابل ٹیمیں گول کیپروں سمیت گیارہ گیارہ کھلاڑیوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ میچ کی نگرانی ریفری اپنے ساتھی دو لائن مین کی مدد سے کرتا ہے۔ جو جھنڈیاں لئے سائیڈ لائن پر کھڑے ہوتے ہیں۔ اپنی کالی جرسی اور نیکر کی وجہ سے یہ حضرات گراؤنڈ میں صاف پہچانے جاتے ہیں۔ جبکہ ٹیموں کے کھلاڑی ایک دوسرے سے مختلف لیکن ایک جیسی جرسیاں پہن کر فٹبال کھیلتے ہیں۔

پیارے بچو! آئندہ ورلڈ فٹبال کپ ٹورنامنٹ ۱۹۹۰ء میں اٹلی میں کھیلا جائے گا۔ جس میں اٹلی کو میزبان ہونے اور ارجنٹائن کو عالمی چمپئن ہونے کے ناطے براہ راست کھیلنے کا حق حاصل ہوگا۔ جبکہ دیگر ۲۲ ٹیمیں کوالیفائنگ راؤنڈ کھیلنے کے بعد ہی ورلڈ کپ میں کھیلنے کا حق حاصل کرسکیں گی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ارجنٹائن اپنے اعزاز کا دفاع کرسکتا ہے یا نہیں۔ یا اٹلی میزبان ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے چوتھی بار یہ اعزاز حاصل کرتا ہے یا پھر کوئی اور ہی ملک عالمی چمپئن بننے کا حقدار ٹھہرتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ طے ہونے کے لئے شائقین فٹبال کو آئندہ چار سال تک انتظار کرنا ہوگا۔

جیسے کو تیسا

غازی مختار کنوی

ٹرین ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر رکی تو عورتیں مرد ٹوکریاں، پوٹلیاں، بستر، بکس
اور بچے اٹھائے ڈبوں کی طرف جھپٹے۔
جس بوگی میں کرکٹ ٹیم کا قبضہ تھا اُس میں کوئی مسافر نہیں چڑھا۔ دراصل صبح سویرے
کا وقت تھا اور گاڑی میں رش نہیں تھا۔ اس لئے لوگ اس بوگی کی کھڑکیوں سے جھانکتے لڑکوں
کو دیکھتے اور دوسرے کسی ڈبے کی طرف بڑھ جاتے۔

جونہی ٹرین چلی تو ایک ادھیڑ عمر مسافر اس ڈبے میں چڑھ گیا۔ جس میں اسکول کی کرکٹ ٹیم نے قبضہ کیا ہوا تھا۔ لڑکوں نے ناپسندیدہ نظروں سے مسافر کو گھورنا شروع کر دیا۔

ایک برتھ پر صرف امجد، وقار اور فضل بیٹھے تھے۔ مسافر بھی اس برتھ پر ایک طرف بیٹھ گیا۔ اور اس نے ہاتھ میں تھاما ہوا اخبار کھول کر پڑھنا شروع کر دیا۔

امجد، وقار اور فضل پوری ٹیم میں سب سے شرارتی بلکہ اپنے اسکول میں سب سے زیادہ شرارتی لڑکے تھے۔ تینوں کھاتے پیتے گھرانوں کے چشم و چراغ تھے۔ لکھنے پڑھنے میں تو بس ایسے ویسے ہی تھے۔ مگر نئی نئی شرارتوں سے لوگوں کو پریشان کرنے میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ ریل گاڑی پوری رفتار سے دوڑی جا رہی تھی۔ اور لڑکے ایک بار پھر اپنی اپنی ٹولیوں میں ٹھٹے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

امجد نے باقی دوستوں سے کہا بھائیو تیسرے اسٹیشن پر ہم لوگ اُتر جائیں گے۔ اس لئے ابھی سے کوئی پروگرام بنالو۔ دراصل یہ تینوں اس مسافر کو کوئی سزا دینا چاہتے تھے جو غلطی سے ان کے ڈبے میں آگیا تھا۔

"کیا پروگرام بنایا جائے"؟ وقار نے سوچتے ہوئے پوچھا۔

پروگرام بنانے سے پہلے یہ بتاؤ کتنے کتنے روپے لے کر آئے ہو، امجد نے دوسرے ساتھیوں سے پوچھا "مجھے تو امّی نے پچاس روپے دیئے ہیں اور بیس روپے بھائی جان نے دیئے ہیں"۔ نوٹ لہراتے ہوئے امجد نے کہا یوں گویا میرے پاس ستّر روپے موجود ہیں۔

وقار نے جیب سے کچھ نوٹ نکال کر دکھاتے ہوئے بتایا۔ میرے پاس کُل تریپّن روپے ھیں۔

فضل نے جو سب سے زیادہ شرارتی اور اس ٹولے کا سرغنہ تھا۔ فاتحانہ انداز میں اپنی جیب سے کچھ نوٹ نکالے اور دکھاتے ہوئے بولا۔ کہ اُس کے پاس ایک سو چوالیس روپے ہیں۔ اور پھر تفصیل بتانے لگا۔ پچاس روپے میں نے رات ہی ابّو سے لئے تھے۔ دس دس کے دو نوٹ امّی سے اینٹھے۔ پچاس روپے صبح دولہا بھائی سے مارے اور چوبیس روپے عیدی میں سے بچے رکھے تھے۔ میں نے تو کوشش کی تھی کہ باجی سے بھی کچھ مل جائیں مگر انہوں نے تو مجھے اس پین پر ٹرخا دیا۔ (دوستوں کو نیا پارکر پین دکھاتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی) یہ پین باجی میرے لئے کویت

سے لائی تھیں۔

روپے اور قلم فضل نے اپنی جیب میں رکھ لیے۔ امجد نے ان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "اب بتاؤ کیا پروگرام بناتے ہو؟"

پروگرام تیار ہے دوستو صرف عمل کرنا باقی رہ گیا ہے ... فضل نے کہا۔

وہ کیا .. ؟ سب نے بہ یک آواز پوچھا۔

بھئی ہم لوگ ٹرین کی زنجیر کھینچ دیتے ہیں، ٹرین رک جائے گی اور پھر بڑا مزہ آئے گا مگر....

فضل تم پاگل تو نہیں ہو گئے ... ٹرین رکتے ہی گارڈ اور پولیس اور ریلوے کا پورا عملہ آدھمکے گا اور پھر تم سمجھ سکتے ہو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں دوستو ... فضل نے سب کی ڈھارس بندھائی۔

ذرا میرے قریب تو آؤ۔ ... وقار اور امجد قریب آئے تو فضل نے سرگوشی کے انداز میں کوئی بات کہی جس کے سنتے ہی سب کے چہرے کھل اٹھے۔

اب گویا شرارت کے ساتھ ایک سازش بھی تیار تھی ... اس سازش میں سب لڑکوں کو شریک کرنے کے لئے یہ خبر سب تک پہنچادی گئی اور کہہ دیا گیا کہ کوئی ہمارے خلاف زبان نہیں کھولے گا۔ اور اس سازش میں سب ہمارا ساتھ دیں گے۔ ٹیم کے دوسرے لڑکے یوں بھی ان تینوں سے ڈرتے تھے۔ اس لئے کسی کو ان کے خلاف بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔

وقار اور امجد اس پروگرام سے بہت خوش تھے جس پر چند لمحوں بعد عمل ہونا تھا۔ امجد نے فضل سے کہا ... یار تم نے کیا خوب اسکیم بنائی ہے .. خدا کی قسم جواب نہیں تمہارا بڑا مزہ رہے گا۔ وقار نے خوش ہوکر فضل کی پیٹھ ٹھونکی۔ فضل اپنی جگہ سے اٹھا اور ڈبے میں لگی ہوئی خطرے کی زنجیر کو ایک جھٹکے کے ساتھ کھینچ ڈالا۔ زنجیر کے کھینچتے ہی ٹرین رک گئی۔ کچھ مسافر ڈبوں سے باہر نکل آئے اور کچھ کھڑکیوں سے جھانکنے لگے۔ ہر مسافر ٹرین رکنے کی وجہ معلوم کرنا چاہ رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں گارڈ دو پولیس والوں کے ہمراہ اس ڈبے میں آ پہنچا جہاں کرکٹ ٹیم موجود تھی۔

زنجیر کس نے کھینچی ؟ - کیوں کھینچی ہے زنجیر؟ گارڈ نے گھبراہٹ اور غصے کے عالم میں لڑکوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ فضل نے مسافر کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے گارڈ سے کہا کہ جناب ہمارے لاکھ منع کرنے کے باوجود ان صاحب نے زنجیر کھینچی ہے۔ اب آپ ان ہی سے زنجیر کھینچنے کی وجہ بھی معلوم کرلیں پولیس والے نے مسافر سے سوال کیا۔

جناب زنجیر میں نے ہی کھینچی ہے۔ مسافر نے گارڈ کو بتایا۔ ایک لمحے کو تو تمام کھلاڑی بھی حیران رہ گئے کہ مسافر نے اُس جرم کا اعتراف کیوں کرلیا جو اُس نے نہیں کیا۔ مسافر نے گارڈ کو بتایا کہ جناب میں غریب آدمی ہوں۔ میرے پاس صرف ایک سو چوالیس روپے تھے۔ جوان تینوں لڑکوں (فضل امجد، وقار) نے مجھ سے چھین لئے ہیں۔ میرا ایک خوبصورت نیا پارکر پین جو مجھے کسی نے تحفہ دیا تھا وہ بھی ان لوگوں نے چھین لیا ہے۔ اگر میں زنجیر نہ کھینچتا تو عین ممکن ہے یہ لوگ مجھے مار مار کر ادھ موا کر دیتے۔

اب آپ مہربانی فرما کر میرے روپے اور پین مجھے ان سے واپس دلوادیں مسافر نے تقریباً روتے ہوئے گارڈ سے درخواست کی۔

"یہ جھوٹا ہے۔" "یہ جھوٹ بول رہا ہے"۔ ہم نے تو اس سے بات تک نہیں کی۔ سب لڑکے یک زبان مسافر کو جھٹلانے لگے۔ مسافر نے گارڈ کو بتایا "جناب آپ چاہیں تو ان کی جیب سے میرے پیسے نکال کر گن سکتے ہیں۔ میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ ان ایک سو چوالیس روپوں میں دو پچاس پچاس کے نوٹ، تین دس دس روپے کے نوٹ دو نوٹ پانچ روپے کے اور چار ایک ایک روپے والے شامل ہیں۔

اب تو فضل کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں پولیس والے نے فضل کی تلاشی لی اور جیب سے وہ تمام چیزیں نکال لیں جس کے بارے میں مسافر نے انہیں بتایا تھا رقم گننے کے بعد پولیس والے نے گارڈ سے کہا۔

"بٹ صاحب یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں"۔ انہوں نے جتنی رقم اور جتنے نوٹ بتائے ہیں یہ اتنے ہی ہیں" اور یہ رہا پارکر پین۔ پولیس والے نے تمام چیزیں گارڈ کی طرف بڑھا دیں۔ ٹیم کے لڑکے بڑی حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے۔ ڈبے کے اندر اور باہر لوگوں کا ہجوم بڑی حقارت سے ان لڑکوں کو دیکھ رہا تھا۔ امجد، وقار اور فضل پر تو گویا سکتہ تاری ہوگیا۔

انہیں مسافر سے یہ اُمید نہ تھی ...... مسافر تو بلا کا چالاک نکلا فضل نے دل ہی دل میں سوچا......

"بٹ صاحب گاڑی چلادیں۔ اگلے اسٹیشن پر ہم ان لڑکوں کو پولیس اسٹیشن بھجوادیں گے"..... پولیس والے نے کہا۔

پولیس اسٹیشن کا نام سنتے ہی گویا سب پر لرزہ طاری ہوگیا۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ شرارت انہیں اتنی مہنگی پڑے گی۔

گارڈ نے جھنڈی لہراتے ہوئے سیٹی بجائی اور ٹرین ایک جھٹکے سے آگے کو چل دی۔

تینوں شرارتی گردنیں جھکائے اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ گارڈ اور دونوں پولیس والے بھی ان کے قریب بیٹھ گئے۔ تینوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ بلکہ فضل تو خوف اور شرمندگی سے کپکپا رہا تھا۔ فضل نے ڈبڈبائی رحم طلب نظروں سے مسافر کی طرف دیکھا جو پہلے ہی مسکراتی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے کہہ رہا ہو...... کیوں بُجّو کیسی رہی؟

اگلا اسٹیشن آنے تک پولیس والے افضل، امجد اور وقار کو خوب ڈانٹ پلاتے رہے اور یہ تینوں بار بار اپنی بے گناہی کا یقین دلاتے رہے۔ فضل جو پولیس اسٹیشن کے نام ہی سے خوف کھاتا تھا۔ کئی بار رو چکا تھا۔ اور گارڈ سے سینکڑوں بار معافی مانگ چکا تھا۔ مگر سخت گیر گارڈ بضد تھا کہ میں تمہیں سزا دلوا کر ہی رہوں گا۔

اگلا اسٹیشن آیا تو پولیس اور گارڈ نے ان تینوں کو نیچے اترنے کے لئے کہا۔ اب تو ان سب کی حالت غیر ہوگئی۔ اس سے پہلے کہ یہ تینوں لڑکے نیچے اترتے مسافر کھڑا ہوگیا اور گارڈ کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ جناب سچ بات یہ ہے کہ یہ روپے اور پین میرے نہیں بلکہ ان ہی کے ہیں۔ ٹیم کے لڑکوں سمیت سب نے چونک کر مسافر کو دیکھا۔ "جی ہاں"... "یہ رقم اور پین میرے نہیں ہیں" اور پھر .... مسافر نے ان تینوں کے درمیان ہونے والی تمام گفتگو سے لے کر زنجیر کھینچنے تک کی تمام تفصیل گارڈ کو بتادی۔ اور پھر پشیمانی سے سر جھکائے لڑکوں کی طرف دیکھتے ہوئے انہیں مخاطب کیا۔

"تم لوگ طالب علم ہو۔ نوجوان ہو۔ اچھے شریف گھرانوں کے معلوم ہوتے ہو۔ تمہیں ایسی شرارتیں زیب نہیں دیتیں جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے۔ تم لوگوں سے قوم کی بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔ کل تم ہی نے اس ملک کی قیادت سنبھالنی ہے۔ تمہیں تو لوگوں کا ہمدرد اور پرسانِ حال ہونا چاہیے مگر تم لوگوں سے ہمدردی کرنے کے بجائے ان کے لئے تکلیف کا باعث بنتے ہو۔ مصیبت میں مبتلا کرتے ہو۔ تمہیں احساس بھی ہے کہ تمہاری اس ذرا سی شرارت سے لوگوں کا کتنا نقصان ہوا ہے۔ ٹرین لیٹ ہونے کی وجہ سے کوئی مسافر وقت پر اپنی منزل پر نہیں پہنچ سکے گا۔ اگر میں نے تمہاری ساری باتیں نہ سن لی ہوتیں تو پولیس مجھے بھی پکڑ کر لے جاتی۔ اب تم لوگ سوچو کہ اگر پولیس تم لوگوں کو جیل میں ڈال دے

تو تمہارا اور تمہارے گھر والوں کا کیا حال ہوگا۔؟
مسافر غصّے کے عالم میں پوری ٹیم کو لیکچر دیئے جا رہا تھا۔
"آپ ہمیں معاف کر دیں"۔ آئندہ ہم کوئی شرارت نہیں کریں گے۔ فضل امجد اور وقار نے وعدہ کیا۔
اگر تم سب اچھے بچّے بننے کا وعدہ کرو تو مجھے تم لوگوں کو معاف کر دینے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا اور گارڈ کی طرف دیکھا جو مسافر کی طرف دیکھ کر اثبات میں گردن ہلا رہا تھا۔
ہم عہد کرتے ہیں کہ آئندہ کبھی ایسی شرارت نہیں کریں گے جس سے کسی کا دل دکھے۔
ہمیں خوشی ہے کہ تم لوگوں کو احساس ہوگیا۔ ہم اب تم لوگوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔
گارڈ نے یقین دلاتے ہوئے ان کی رقم اور پین انہیں لوٹا دیئے۔
ندامت اور تشکّر کے آنسو تینوں کے گالوں پر ڈھلک گئے۔

قالین کی صفائی سب سے اعلیٰ

ٹپ ٹاپ
ڈرائی کلینرز
فون :: ۴۱۴۴۶۴
۴۳۷۱۴۳
علامہ اقبال روڈ
پی ای سی ایچ ایس

برانچیں
ڈیفنس سوسائٹی
۵۴۲۱۶۳
ناظم آباد
۶۱۳۸۱۶
کلفٹن
۵۳۰۲۶۹
حسن اپارٹمنٹس
گلشن اقبال
۴۴۰۷۴۰

بچو گندہ کھیل نہ کھیلو

محمد امان خان دل

قائد کا پیغام یہ لے لو
بچو! گندہ کھیل نہ کھیلو

پڑھنا لکھنا کام تمہارا
ہوگا اس سے نام تمہارا
نام نہ ہو بدنام تمہارا
بہتر ہو انجام تمہارا

اس کی خاطر ہر دکھ جھیلو
بچو! گندہ کھیل نہ کھیلو

پاکستان کے ننھے تارو!
اے مستقبل کے معمارو
اپنے ماں اور باپ کے پیارو
آؤ اپنا آپ سنوارو

علم و ہنر استاد سے لے لو
بچو! گندہ کھیل نہ کھیلو

بچو! دیکھو جھوٹ نہ بولو
پہلے اپنا آپ ٹٹولو
پھر تم اپنی باتیں تولو
سچائی سے ان کو دھولو

کھیل بھی سچائی کا کھیلو
بچو! گندہ کھیل نہ کھیلو

اپنا دیس ہے پاکستان
بن جاؤ اس کی پہچان
تن من دھن اس پہ قربان
دیس کی خاطر اپنی جان

آج ہتھیلی پر تم لے لو
بچو! گندہ کھیل نہ کھیلو

ہوئیسٹ

ڈراپس

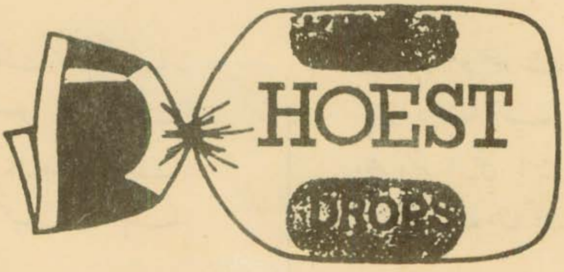

گلے کی خراش
کیلئے انتہائی موثر

ٹیپو انٹر پرائزز ۹-ڈی پیپلز کالونی، فیصل آباد

حق اسکواڈ

نقل چور

احلاق احمد

امتحانات سر پر آچکے تھے۔

عام طور پر تو "حق اسکواڈ" کے چاروں ارکان —— یعنی شہریار، سرفراز، ضیا اور شہزاد کو ان دنوں پڑھائی کے سوا کچھ سوجھتا ہی نہیں تھا۔ وہ سب ذہین تھے۔ کلاس میں اچھے نمبر پانے کے لئے ان کے درمیان پڑھائی کی جنگ چلتی رہتی تھی۔

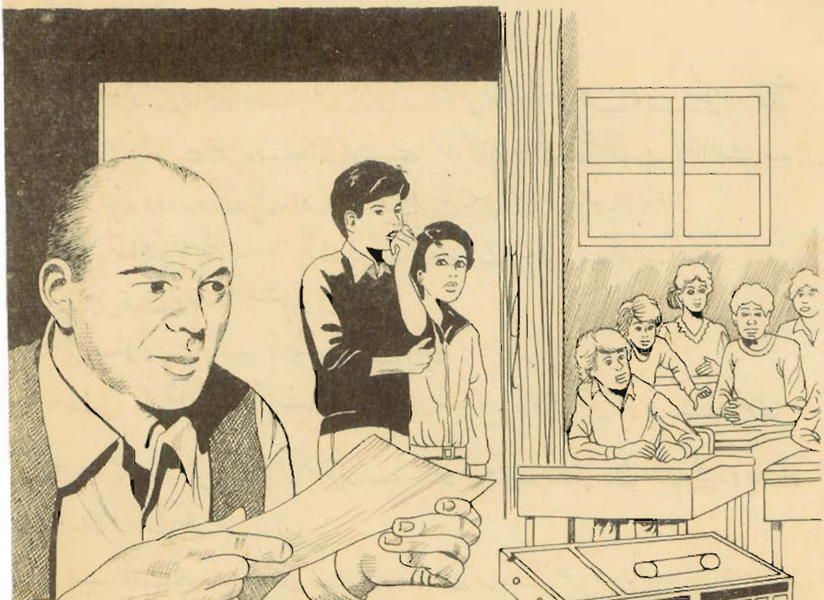

لیکن اس مرتبہ انہیں پڑھائی کی اتنی فکر نہیں تھی۔ جب سے انہوں نے ہر غلط کام کو ختم کرنے اور اچھائی کو فروغ دینے کے لئے "حق اسکواڈ" قائم کیا تھا، اس وقت سے ان کی عادتوں میں بھی تبدیلی آئی تھی۔ اب وہ اپنی صلاحیتوں کو پڑھائی کے علاوہ دوسرے اچھے کاموں میں بھی استعمال کرنا چاہتے تھے۔

شہریار، اب جوڈو کا ماہر ہوتا جارہا تھا۔ سرفراز باڈی بلڈنگ کے ذریعے طاقتور بن رہا تھا۔ ضیاء اپنی رفتار تیز کرنے میں لگا ہوا تھا اور شہزاد اپنی ذہانت کو بجلی اور لوہے کے آلات بنانے اور سمجھنے میں استعمال کررہا تھا

ہر سال وہ پڑھائی کو اوّلین اہمیت دیتے تھے۔ لیکن اس سال جب امتحانات قریب آئے تو ان کے "ہیڈکوارٹر" میں جو ایک چھوٹے مگر آرام دہ غار پر مشتمل تھا، ان کا اجلاس منعقد ہوا۔

"حق اسکواڈ" کے یہ ننھے ارکان اس "ہیڈکوارٹر" میں پڑھتے بھی تھے اور اپنی تنظیم کے معاملات پر غور بھی کرتے تھے۔

اس مرتبہ شہزاد نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"حق اسکواڈ کے ساتھیو"۔۔۔ اس نے کہا۔۔۔ "اس مرتبہ ہمیں ایک عجیب مسئلے کا سامنا ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو ہمارے امتحانات سے، ہماری پڑھائی سے متعلق ہے۔ امتحانات اب صرف دو ہفتے دور رہ گئے ہیں۔ اور اس سے پہلے پہلے ہمیں اس پر قابو پانا ہوگا۔"

"کس پر قابو پانا ہوگا۔۔۔؟" باڈی بلڈنگ کرنے والے سرفراز نے چونک کر کہا۔

"بیچ میں مت بولو۔۔" شہزاد نے کہا۔

"مگر مسئلہ تو بتاؤ۔۔۔؟" شہریار نے پوچھا۔

"مسئلہ۔۔۔ نقل ہے۔" شہزاد نے کہا اور مسکرایا۔ "وہی نقل جو ہمارے اسکول کے کچھ ساتھیوں کو بغیر پڑھے پاس کرادیتی ہے۔ جس کی وجہ سے پڑھنے والے پیچھے رہ جاتے ہیں اور نالائق آگے نکل جاتے ہیں۔"

سب لوگ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر ضیاء نے کہا۔۔۔ "نقل تو واقعی بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ہماری کلاسوں میں زیادہ تر لڑکے تو خیر پڑھائی کرتے ہیں لیکن اِکّا دُکّا لڑکے نقل کے

ذریعے کامیاب ہوتے ہیں۔"

"یہ بالکل غلط بات ہے۔ ناانصافی ہے۔" شہریار نے کہا۔ "نقل کرنے والے عمر بھر نقل ہی کرتے رہتے ہیں۔ نہ وہ ذہین بن سکتے ہیں اور نہ ایماندار۔"

"ہمیں اس لعنت پر قابو پانا ہوگا۔" شہزاد نے ہاتھ لہرا کر کہا۔ "کیونکہ اگر ہم نے لڑکوں کی یہ عادت ختم نہ کی تو پھر رفتہ رفتہ دوسرے لڑکے بھی اس کا شکار ہو جائیں گے۔ ہم برائی کا خاتمہ کرنے کا عہد کر چکے ہیں۔ ہمیں یہ عہد نبھانا ہوگا۔"

اس روز جب وہ چاروں واپس گھروں کو روانہ ہوئے تو ان کے چہرے فکر مند تھے۔ وہ سب اپنے اسکول سے نقل کو ختم کرانے کی ترکیبیں سوچ رہے تھے۔

اگلے روز "ہیڈ کوارٹر" میں چائے بنا کر پینے کے بعد شہریار نے کپ دھو کر رکھے اور گفتگو کا آغاز کیا۔

"حضرات"۔ اس نے کہا۔ "آپ لوگوں نے کیا سوچا۔۔۔؟"

سرفراز نے سر کھجا کر کہا۔ "بھائی میں تو کل ورزش میں مصروف ہوگیا۔ سوچنے کی فرصت ہی نہیں ملی۔"

ضیاء نے کہا۔ "میرے گھر مہمان آئے ہوئے تھے۔ ان کے چکر میں پھنسا رہا۔ کچھ سوچنے کا وقت ہی نہیں ملا۔"

شہزاد نے کہا۔ "میرے گھر پر حلیم پک رہا تھا۔ سارا گھر اسی میں لگا ہوا تھا۔ میں کیا کرتا۔۔۔؟"

"بہت خوب۔" شہریار نے اپنے تینوں دوستوں سے کہا جو اس کے سامنے شرمندہ شرمندہ سے بیٹھے تھے۔ "ورزش۔ مہمان۔ اور حلیم۔ بہرحال، میرے گھر میں سکون تھا۔ اس لئے میں نے خاصی دیر تک اس مسئلے کے بارے میں سوچا۔"

"اور کیا فیصلہ کیا۔۔؟" تینوں ایک ساتھ بولے۔

"یہ کہ ہمیں بھی نقل شروع کر دینی چاہئیے۔!!" شہریار مسکرایا۔

"کیا۔۔؟" تینوں نے کورس کے انداز میں حیرت سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ شہریار کی طبیعت خراب ہے۔" ضیاء نے کہا۔

" مجھے تو لگتا ہے شہر یار کے دماغ پر اثر ہو گیا ہے ۔ !'' شہزاد نے کہا۔
سرفراز نے کچھ سوچ کر کہا۔" کہیں کسی نے جادو تو نہیں کروادیا ۔ ؟ "
شہر یار اطمینان سے مسکراتا رہا۔ اس کے دوست پریشانی سے اسے سر سے پیر تک دیکھتے رہے۔
بالآخر شہر یار نے کہا۔" تم لوگ دراصل میرا مطلب نہیں سمجھے ۔"
" سمجھاؤ" سرفراز نے سر ہلا کر کہا۔" ذرا میں بھی تو سمجھوں کہ اس قدر احمقانہ بات تمہارے دماغ میں آئی کیسے ۔ یعنی ہمارے نقل کرنے کی بات ۔" شہر یار نے کہا " دیکھو، ایسی برائی کا خاتمہ کرنے کے لئے ہمیں عقلمندی سے کام لینا ہوگا۔ ضروری نہیں ہے کہ ہم ڈنڈا لے کر نکلیں اور نقل کرنے والوں کی ٹھکائی کرنا شروع کر دیں۔ اس طرح مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ نقل کرنے والوں کو اپنے جال میں پھانسنے کے لئے ہمیں ان کا ساتھی بننا ہوگا۔ سمجھے میرے بیوقوف ساتھیو ۔ ؟ "
پل بھر میں پوری بات سب کی سمجھ میں آگئی تھی ۔ سب کے چہروں پر مسکراہٹ آگئی ۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، سر ہلائے اور قہقہے لگانے لگے۔

ان کے اسکول میں دو بھائی دراصل نقل زیادہ کرتے تھے۔ ان کے نام عبدالغفار اور عبدالجبار تھے اور یہی دوسرے لڑکوں کی عادتیں بھی بگاڑتے تھے۔ انہیں نقل کرنے کا مشورہ دیتے تھے ان سے کہتے تھے کہ سال بھر پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ بتاتے تھے کہ نقل کرنے سے زیادہ نمبر حاصل کئے جا سکتے ہیں۔
اگلے روز "حق اسکواڈ" کے چاروں ارکان جب عبدالغفار اور عبدالجبار کے پاس پہنچے تو وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ان چاروں کو دیکھتے ہی دونوں بھائی خاموش ہو گئے۔
"کیا حال ہیں عبدالغفار ۔ ؟" شہر یار نے پوچھا۔
" ٹھیک ہیں ۔" عبدالغفار نے اپنی حیرت پر قابو پاکر کہا ۔" خیریت تو ہے ۔ آج ہم کیسے یاد آگئے ۔ ؟"
" ہم انتہائی پریشانی کے عالم میں تمہارے پاس آئے ہیں" سرفراز نے کہا ۔" بات دراصل یہ ہے کہ ......" وہ بولتے بولتے رک گیا۔

"کیا بات ہے ۔۔؟" عبدالغفار نے ان پر شبہے کی نظر ڈالی۔
"دراصل ..... سمجھ میں نہیں آرہا کہ ..... یعنی ..... کس طرح کہوں ..."
"کہو، کہو ۔۔" عبدالجبار نے مسکراتے ہوئے کہا ۔۔" ڈرنے یا گھبرانے کی بات نہیں"۔

"دراصل ہمیں تمہاری راہنمائی کی ضرورت ہے ۔۔" ضیاء نے کہا ۔۔" ہم لوگ سخت پریشان ہیں ۔۔"

عبدالغفار اور عبدالجبار نے ایک دوسرے کو دیکھا اور مسکرائے۔

"بات یہ ہے کہ .... ہم لوگ اس سال پڑھائی نہیں کر سکے ہیں۔ اور اب امتحانات سر پر آگئے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ...."

عبدالغفار نے قہقہہ لگایا۔ عبدالجبار بھی ہنسا۔

"تم ہنس کیوں رہے ہو ۔۔؟" شہریار نے حیرت سے پوچھا۔

"تمہاری گھبراہٹ پر ۔۔" عبدالغفار نے ہنسی پر قابو پاکر کہا ۔۔" ارے بیوقوفو ۔۔ اگر پڑھائی نہیں کی ہے تو پریشان ہونے کی کیا بات ہے ۔ ویسے بھی پڑھائی کرنا وقت ضائع کرنا ہے ۔ جب ہماری بتائی ہوئی ترکیب سے انسان بغیر پڑھے پاس ہو سکتا ہے تو پڑھائی کرنے کی کیا ضرورت ہے ۔"

"کارتوس دیکھا ہے کبھی ۔۔؟" عبدالجبار نے ان سے پوچھا۔

"ہاں ۔۔" شہریار نے کہا ۔۔" جو بندوق میں استعمال ہوتا ہے ۔"

"وہ کارتوس نہیں شہزادے ۔۔" عبدالجبار نے ایک آنکھ دبا کر کہا ۔۔" دوسرا کارتوس ۔ جس کے ذریعے نقل کی جاتی ہے ۔ باریک باریک رائٹنگ میں سوالوں کے جواب جس کاغذ پر لکھے جاتے ہیں اور جو امتحان کے دوران چھپا کر نقل کر دیا جاتا ہے، اسے کارتوس کہتے ہیں ۔۔"

"ہم تمہیں کارتوس بنا دیں گے ۔۔" عبدالغفار نے کہا ۔۔" بہت معمولی سی فیس ہوگی ۔۔ ہر مضمون کے کارتوس دس روپے میں ملیں گے ۔ بولو، منظور ہے ۔۔؟"

"مجھے تو منظور ہے ۔۔" شہریار نے کہا ۔۔" اس کے سوا میرے پاس کوئی راستہ نہیں ہے ۔"

سرفراز، شہزاد اور ضیاء نے بھی سر ہلا کر رضامندی ظاہر کی۔

"بس، تو بے فکر ہو جاؤ ـــ" عبدالجبّار عیّاری سے مسکرایا ـ" امتحان سے پہلے تمہیں ہر مضمون کے کارتوس مل جائیں گے ـ ریڈی میڈ کارتوس ـ" وہ قہقہہ لگا کر ہنسا ـ" اس سے پہلے اسکول کے پانچ لڑکے ہم سے سودا کر چکے ہیں ـ انہیں بھی ہم یہی ریڈی میڈ کارتوس دیں گے ـ"

" اچھا ـ" شہر یار نے مسکرا کر کہا ـ" گویا ہمارے پانچ ساتھی اور بھی ہیں ـ یہ تو بہت اچھا ہوا ـ"

" ہاں ـ" عبدالجبّار نے کہا ـ" ہماری کلاس میں سب سے پیچھے بیٹھنے والے تینوں لڑکے اور بی سیکشن میں کھڑکی کے ساتھ بیٹھنے والے دونوں لڑکے بھی تمہارے ساتھی ہیں ـ انہیں بھی امتحان سے قبل کارتوس فراہم کر دیئے جائیں گے ـ

" ہم عمر بھر تمہارے شکر گزار رہیں گے ـ" شہر یار نے عاجزی سے کہا ـ" تم ہماری جو مدد کر رہے ہو، وہ کوئی بھی نہیں کر سکتا تھا ـ"

" ارے، بے فکر ہو جاؤ شہزادو ـــ" عبدالجبار نے پھر قہقہہ لگایا ـ" اب تم ہمارے ساتھی بن چکے ہو ـــ کوئی غم تمہیں پریشان نہیں کر سکتا ـ"

پہلا پرچہ جب شروع ہوا تو پورے اسکول میں گہما گہمی تھی لڑکے تیاریوں کے ساتھ آئے تھے ـ جب پرچہ تقسیم ہو گیا اور لڑکے سوال حل کرنے میں مشغول ہو گئے تو کچھ دیر کے بعد اسکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب معمول کے دورے پر آ گئے ـ انہوں نے کلاس کا چکّر لگایا اور پھر طالب علموں سے پوچھا ـ" کیوں بھئی ـ پرچہ تو ٹھیک ہے نا ـ؟ کوئی پریشانی تو نہیں ـــ؟"

" پرچہ تو ٹھیک ہے سَر ـ" شہر یار نے کھڑے ہو کر کہا ـ" لیکن ایک پریشانی ہے ـ"

" وہ کیا ـ؟ ہیڈ ماسٹر صاحب نے مشفقانہ لہجے میں پوچھا ـ

" کلاس میں نقل ہو رہی ہے جناب ـ" شہر یار نے اطمینان سے کہا ـ

پوری کلاس اچھل پڑی ـ پچھلی نشستوں پر بیٹھے ہوئے عبدالغفار اور عبدالجبّار کے رنگ فق ہو گئے ـ

" کیا کہہ رہے ہو شہر یار ـــ؟" ہیڈ ماسٹر صاحب کے لہجے میں سختی تھی ـ

" ٹھیک کہہ رہا ہوں سَر ـ" شہر یار نے جیب سے چھوٹے چھوٹے کاغذوں کا ایک بلندہ نکالتے ہوئے کہا ـ" یہ وہ کارتوس ہیں سَر جو عبدالغفّار اور عبدالجبّار نے مجھے فروخت کئے

ہیں۔ مجھے ہی نہیں، میرے تین دوستوں کو بھی۔"
سرفراز، شہزاد اور ضیاء بھی کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے بھی کاغذ نکال کر سامنے رکھ دیئے۔

"یہ ...... یہ ...... کیا ہو رہا ہے۔؟" ہیڈ ماسٹر صاحب نے غصّے سے کہا۔
"پیچھے بیٹھے ہوئے تینوں لڑکوں کے پاس بھی یہی کاغذات ہیں سر۔ اور بی سیکشن میں کھڑکی کے پاس بیٹھے ہوئے دونوں لڑکوں کے پاس بھی۔ اور خود عبدالغفار اور عبدالجبار کے موزوں میں بھی یہی چھپے ہوئے ہیں۔"

تلاشی لینے پر عبدالغفار اور عبدالجبار اور دوسرے لڑکوں کے پاس سے بھی یہی کاغذات نکل آئے۔ لیکن عبدالغفار اور عبدالجبار نے کارتوس فروخت کرنے کے الزام سے انکار کر دیا۔

اسی وقت شہزاد نے ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر جیب سے نکال کر میز پر رکھ دیا۔
"یہ وہ ثبوت ہے سر۔" اس نے کہا۔" جوان لوگوں کے جھوٹ پر سے پردہ ہٹا دے گا۔ عبدالغفار اور عبدالجبار نے ہم سے جب کارتوس بنا کر فروخت کرنے کی بات کی تھی تو یہ ٹیپ ریکارڈ میری جیب میں تھا۔ ان کی گفتگو اس میں ریکارڈ ہو چکی ہے۔"
اس نے ٹیپ ریکارڈر چلا دیا۔ پوری کلاس حیرت سے وہ گفتگو سنتی رہی جو چھوٹے سے ٹیپ ریکارڈر سے ابھر رہی تھی۔
عبدالغفار اور عبدالجبار اسکول سے نکالے جانے کے خوف سے زار و قطار رو رہے تھے۔

اگلے روز ہیڈ کوارٹر میں ان کا مختصر اجلاس ہوا۔
"خدا کا شکر ہے۔" ضیاء نے کہا۔" کہ ہم نقل ختم کرنے کے ساتھ ساتھ اصل مجرموں کو سامنے لانے میں کامیاب ہو گئے۔ ورنہ بڑی پریشانی ہوتی۔"
"اپنا تو کباڑا ہو گیا بھائی۔" سرفراز نے کہا۔" کارتوس خریدنے کے چکّر میں پچاس روپے لگ گئے۔ یہ نقصان کہاں سے پورا ہو گا۔؟"
"ہیڈ ماسٹر صاحب نے عبدالغفار اور عبدالجبار کے والد سے بات کی ہے۔" شہزاد نے

کہا۔" اور ان کے والد نے وعدہ کیا ہے کہ وہ تمام لڑکوں کے پیسے واپس کر دیں گے۔"

"ویری گڈ۔" شہر یار نے اچھل کر کہا۔" ہمارے پچاس پچاس روپے گویا واپس مل جائیں گے۔ میں تو کیسٹ خریدوں گا۔"

" اور میں کہانیوں کی کتابیں۔" ضیاء نے کہا۔

"کوئی کچھ نہیں خریدے گا۔" سرفراز نے گرج کر کہا۔" ان پیسوں سے ہم امتحانات کے بعد پکنک منائیں گے۔ سمجھ گئے تم سب ۔۔۔؟"

سب خاموش ہو گئے تھے۔ کچھ دیر بعد سب نے سر ہلائے۔ یہ آئیڈیا سب ہی کو پسند آیا تھا۔

کچھ دیر کے بعد وہ سب پڑھائی میں مشغول ہو گئے۔ وہ جانتے تھے کہ اب انہیں ساری توجہ امتحانات پر ہی مرکوز رکھنی ہے اور محنت کر کے شاندار نمبروں سے کامیابی حاصل کرنی ہے۔

پھول

پہلے ہم پھول توڑا کرتے تھے۔ ایک دن پاپا نے کہا:

" اگر تمھیں تمھارے امی پاپا سے جُدا کر دیا جائے تو کیا ہو؟"

" نہیں پاپا! ایسے نہیں کہتے اگر ایسا ہوا تو ہم مرجائیں گے۔"

پاپا بولے: " بالکل اسی طرح یہ شاخیں جڑیں اور پتے پھول کے امی پاپا ہیں اگر تم انہیں ان سے جُدا کرو گی تو یہ مرجائیں گے۔" اچھا پاپا پکا وعدہ۔ ہم نے پاپا سے ہاتھ ملایا۔

اور اُس دِن کے بعد سے ہم کبھی پھول نہیں توڑتے۔

نفعت

ہماری سپلائی کا مؤثر نظام اور سیلز کا کارگزار عملہ ہر صبح ہر شام
ہر جگہ تازہ مال کی فراہمی کے ضامن

DAWN BREAD

گولڈن گرینیز فوڈ انڈسٹریز لمیٹڈ

ہیڈ آفس : کراچی فون : 311818-312727

اسلام آباد : فون : 843883

MASS.

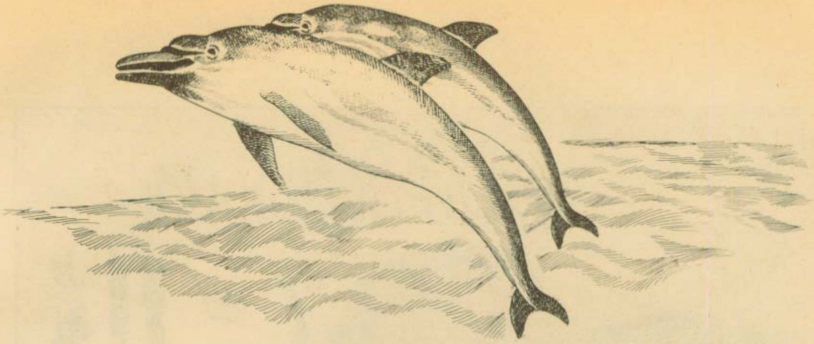

ڈولفن

انسان دوست مچھلی

پروفیسر لطیف اے خان

پرانے زمانے ہی سے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ڈولفن مچھلی انسانوں کی بہت اچھی دوست ہے۔ یہ ایک عقل مند مخلوق ہے۔ اور اپنی عادات واطوار کے اعتبار سے اولاد آدم سے بہت قریب ہے۔

یونان کے قدیم مفکر ارسطو نے اس مچھلی کو انسانوں کا بہترین دوست قرار دیا ہے۔

آپ نے بھی ناک والی یہ مچھلی شاید خود نہ دیکھی ہو مگر اس کے بارے میں پڑھا ضرور ہوگا اور جو بچے ٹیلیویژن دیکھتے ہیں انہوں نے اس مچھلی کی اچھل کود اور کرتب ضرور دیکھے ہوں گے۔

یہ مچھلی خوشی، غم اور غصے کا اظہار کرنے کے لئے مختلف قسم کی آوازیں نکالتی ہے۔ سائنسدان ایک عرصے سے اس کی آواز پر تحقیق کر رہے ہیں کچھ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ ڈولفن کی اپنی زبان ہے۔ جس سے وہ آپس میں بات چیت کرتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ بہت ہی عجیب بات ہوگی۔ اور اگر انسان نے ڈولفن کی زبان سمجھ لی تو اس طرح اس مچھلی کی مدد سے سمندر کے بہت سے راز معلوم ہو جائیں گے۔ اور بات کرنے والی ایک مخلوق سے اس کی دوستی بڑھ جائے گی۔

ڈولفن صدیوں سے انسان کی دوست ہے اور انسانوں کے قریب رہنا پسند کرتی ہے۔

ارسطو نے ایک ڈولفن کا ذکر کیا ہے جو ایک کھاڑی میں رہتی تھی۔

وہ ایک بچّے سے بہت مانوس تھی۔ اس کے ساتھ کھیلا کرتی تھی اور اس بچّے کو اپنی پیٹھ پر بٹھاکر کھاڑی کے دوسرے کنارے پر لے جایا کرتی تھی۔ بچّہ اپنے ہاتھ سے اس مچھلی کو ناشتہ کراتا تھا۔

یہ تو تھی پرانے زمانے کی بات ابھی چند سال پہلے نیوزی لینڈ کے ساحل پر ایک ڈولفن رہتی تھی ... ساحل پر نہانے والوں سے اس کی بڑی گہری دوستی تھی وہ ان کے ساتھ گیند کھیلا کرتی تھی۔ بچّوں کو اپنی پیٹھ پر بٹھاکر ساحل کے قریب لہروں کی سیر کراتی تھی۔ یہ ڈولفن ڈوبنے والوں کو بچاتی تھی۔ سمندر کے کنارے آنے والے لوگوں نے اس ڈولفن کا نام اولپوجیک رکھا تھا وہ اس نام سے ڈولفن کو آواز دیتے تو یہ مچھلی خوشی کا اظہار کرتی ہوئی فوراً ان کے پاس آجاتی۔ اولپوجیک اتنی سمجھدار تھی کہ جب کوئی بچّہ اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر لہروں کی سیر کرتا تو یہ مچھلی غوطہ نہیں لگاتی تھی۔ اسے

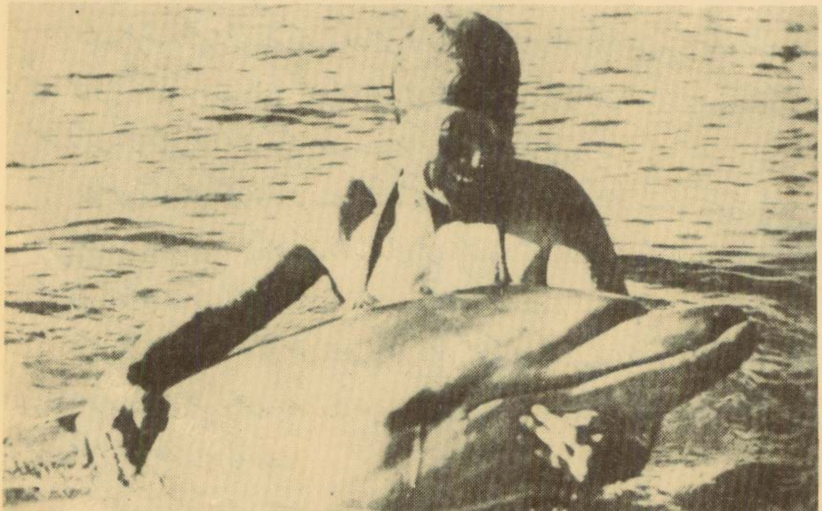

ڈولفن ـــ انسان سے دوستی کی ایک بہترین مثال

معلوم تھا کہ غوطہ لگانے سے بچّہ سمندر میں ڈوب جائے گا۔ ایک بار اوپو جیک ایک کشتی کے چپو سے زخمی ہوگئی اور اس کے بعد پھر اس نے ساحل پر آنا چھوڑ دیا۔

نیوزی لینڈ کے لوگ ایک اور ڈولفن مچھلی کو یاد کرتے ہیں اس کا نام پی لورسن جیک تھا۔ یہ ڈولفن نیوزی لینڈ کے جزیروں کے درمیان خطرناک سمندری راستے پر جہازوں کی رہنمائی کرتی تھی۔

یہ رضا کار رہنما مچھلی جب یہ دیکھتی کہ دو جہاز ساتھ ساتھ آرہے ہیں تو وہ قریب والے جہاز کے نزدیک چلی جاتی اور دونوں جہازوں کی رفتار کا اندازہ کر کے خطرے کے مقام پر ان کی رہنمائی کرتی۔ پی لورسن جیک گزشتہ صدی کے آخری دس سال میں نیوزی لینڈ کے جہاز رانوں کی ایک بڑی محسن اور اچھی رہنما دوست کی طرح مشہور تھی۔

ڈولفن کی ذہانت کے بارے میں اب کسی کو شبہ نہیں ہے اب تو دنیا کے تقریباً تمام ممالک نے اس عقلمند مچھلی کو بچانے کے لئے اس کے شکار پر پابندی لگا دی ہے شکاریوں کے جال سے بچ نکلنے کے لئے یہ مچھلی خود بھی کوشش کرتی رہی ہے۔

ایک مرتبہ مچھیروں نے ایک ڈولفن کو جال میں پکڑ لیا۔ اس مچھلی نے چیخ مار کر مدد طلب کی۔ اس کی چیخ سن کر بہت سی ڈولفن مچھلیاں اس کے اطراف جمع ہوگئیں اور ان سب نے مل کر سمندر میں اتنی اچھل کود مچائی کہ مچھیروں نے گھبرا کر اپنے شکار کو چھوڑ دیا۔

ڈولفن بڑی مچھلی کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس بڑی مچھلی کو تو آپ جانتے ہی ہیں یہ وہیل مچھلی کہلاتی ہے۔ اس مچھلی کے دو خاندان ہیں۔ ایک دانتوں والا وہیل خاندان اور دوسرا بڑی ہڈی والا۔ ڈولفن دانتوں والے وہیل خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔

وہیل خاندان کی دوسری نسل جسے دانتوں والی مچھلی کہا جا سکتا ہے اپنی غذا حاصل کرنے اور اسے ہضم کرنے کے پیچیدہ عمل سے گزرتی ہے۔ اس لئے وہ ہڈی والی وہیل سے قدوقامت میں چھوٹی مگر زیادہ عقلمند ہوتی ہے۔

ڈولفن کی کھال گیلی نہیں ہوتی۔ اس کی کھال میں کچھ ایسے غدود موجود ہیں جن میں سے ایک خاص قسم کا چکنا مادہ نکلتا ہے جس سے کھال چکنی ہوجاتی ہے اس وجہ سے پانی کی بوند اس کے جسم

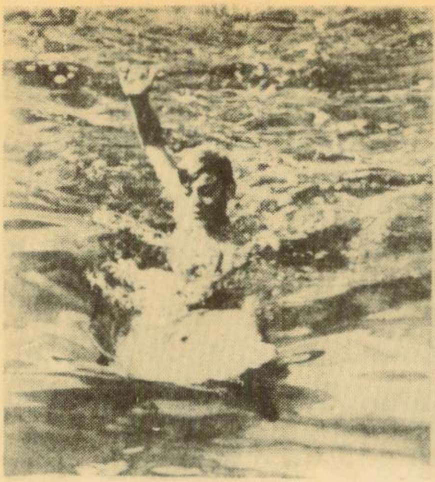

انسان اور ڈولفن کے مابین بے غرض محبتوں کے دو بہترین ثبوت

پر نہیں ٹھہرتی۔ اس چکنی کھال کی مدد سے ڈولفن بڑی آسانی سے پانی پر قلابازیاں کھا سکتی ہے ڈولفن کا اعصابی نظام اس کی تیز رفتاری میں مدد کرتا ہے ڈولفن کی رفتار ۳۰ ناٹ (سمندری میل) فی گھنٹہ ہے ایک ناٹ ۶۰۸۰ فٹ کے برابر ہے۔ ڈولفن زیادہ سے زیادہ ۶۰ ناٹ فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کر سکتی ہے۔

ڈولفن کی جسمانی ساخت میں ایسی خصوصیات موجود ہیں جو اسے سمندر کے اندر تیرتے ہوئے سمت معلوم کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ سائنسدانوں نے ایک بار ڈولفن کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے پر پیچ راستے پر ڈال دیا۔ ڈولفن صرف ایک سکینڈ کے بعد اس سے نکل کر صحیح سمت پر تیرنے لگی۔ عام طور پر ڈولفن مچھلی پکڑنے والے جالوں میں سے بھی راستہ ڈھونڈ کر فرار ہو جاتی ہے۔ ڈولفن نہ کبھی چٹانوں سے ٹکراتی ہے اور نہ ماہی گھر میں شیشے کی دیوار سے یہ ذہین مچھلی عام طور پر گہرے پانی میں رہتی ہے۔

ڈولفن ماہی گیروں کی مدد کرتی ہے۔ ٹیفی نامی ایک پالتو ڈولفن نے امریکہ میں سمندری تحقیق کے دوران پیغام رسانی اور مال برداری کے فرائض انجام دیئے تھے۔ ہونولولو کے تحقیقی ادارے نے ایک ڈولفن کو اس قدر سدھا لیا تھا کہ اگر اسے برقی آلے کی مدد سے آواز دی جاتی تو وہ فوراً سطح سمندر پر آجاتی تھی۔

ڈولفن نے ڈوبتے ہوئے انسانوں کو بچایا۔ اور جن لوگوں نے ڈولفن کی مدد کی ان کا ہر طرح سے شکریہ ادا کیا گزشتہ چند سال پہلے کی بات ہے نہر سوئز میں ڈوب جانے والے ایک جہاز میں ایک مصری انجینئر محمود ولی پھنس گیا لیکن قریب ہی موجود ایک ڈولفن نے محمود کی جان بچالی۔

ڈولفن کے دماغ کا وزن ۳،۷ پونڈ ہوتا ہے جب کہ عام آدمی کے دماغ کا وزن ۳،۲ پونڈ ہوتا ہے۔ انسانی جسم اور دماغ کا تناسب اور ڈولفن کے جسم اور دماغ کا تناسب تقریباً برابر ہے۔

ڈولفن انسان کی طرح خاندانی زندگی بسر کرتی ہے اپنے بچّوں کی پرورش کرتی ہے اگر خاندان کا کوئی رکن بیمار ہو جائے یا اسے مدد کی ضرورت ہو تو ڈولفن اس کی مدد کرتی ہے۔ جاپان کے ایک ماہر کا خیال ہے کہ اگر ڈولفن زمین پر زندہ رہ سکتی تو وہ کتّے سے زیادہ انسان کی وفادار ہوتی۔

ڈولفن تین طرح کی آوازیں نکالتی ہے۔ غصّے اور جوش میں وہ بھونکتی ہے جب شکار قابو میں آجاتا ہے تو ممیاتی ہے۔ اگر شکار ہاتھ سے چھوٹ جائے تو افسوس کا اظہار کرتے ہوئے رونے لگتی ہے۔ پیٹ بھر کے کھانے کے بعد وہ خوشی سے غرّاتی اور اپنے ہونٹ چاٹتی ہے۔ خوفزدہ کرنے کے لئے ڈولفن ایسی آواز نکالتی ہے۔ جیسے جلتے ہوئے کوئلے چٹخ رہے ہوں۔ ڈولفن ہنس بھی سکتی ہے وہ اکثر ان چیزوں پر ہنستی ہے جو انسان کے لئے ہنسی مذاق کا باعث ہوتی ہیں۔

روسی ماہرین نے ڈولفن کے بارے میں یہ معلوم کیا ہے کہ سمندر کی یہ ذہین مخلوق صرف زخم کی وجہ سے نہیں مرتی بلکہ اس کی موت نمونیا، دل کی بیماری اور دماغ کی شریان پھٹنے سے بھی واقع ہوتی ہے۔

ڈولفن پر اب بھی تحقیقات جاری ہے۔ دنیا بھر میں اس کی نسل بچانے کی کوششیں بھی جاری ہیں۔

ہمارے ملک میں سمندری ساحل کے پاس تو ڈولفن نہیں ملتی لیکن دریائے سندھ کے جنوبی حصّے میں ڈولفن کی ایک نسل پائی جاتی ہے جسے عام طور پر نابینا ڈولفن کہتے ہیں۔ حکومت پاکستان نے ڈولفن کی اس نسل کو بچانے کے لئے اس کے شکار پر پابندی عائد کر دی ہے

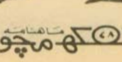

مصنوعات کی دُنیا میں
ایسی کوئی مِثال یا ریکارڈ ہو تو بتائیے؟

مصنوعات کی فروغ کے لئے خاص طور پر زور دیا جاتا ہے کہ ہماری پروڈکٹ نام لے کر طلب کیجئے۔ جبکہ ہمارا مشورہ بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ ہمارے مُفید ومؤثر ٹوتھ پاؤڈر کے نام اور فوائد سے بچّہ بچّہ واقف ہے۔ تو کیا خریدتے وقت اس کا نام لینا ضروری ہے؟ اِتنا کہنا کافی نہیں کہ

"مجھے اچھّا ٹوتھ پاؤڈر چاہئے"

غور کیجئے! ہمیں آپ کے انتخاب پر کس قدر بھروسہ ہے کہ ہم آپ کے آزمودہ ولپسندیدہ "ٹوتھ پاؤڈر" کا نام "کمپنی کا نام"، یہاں تک کہ "مونوگرام" ظاہر کئے بغیر مصنوعات کی دنیا میں خود اعتمادی کی پہلی مثال قائم کر رہے ہیں۔ آپ کے تعاون ہی سے ہمیں ایک ایسا ریکارڈ قائم کرنے کا موقعہ مِلا جو مصنوعات کی دنیا میں واحد مِثال ہے۔ یقیناً یہ ایک ایسا اعزاز ہے جو خدا کے فضل وکرم سے اب تک کسی دوسرے پروڈکٹ کو نصیب نہیں ہوا۔

نوٹ: اپنا پسندیدہ ٹوتھ پاؤڈر خریدتے وقت اس کے لیبل کی فِنشنگ خصوصاً مونوگرام وغیرہ چیک کر لیں۔ ہم شکر گذار ہوں گے اگر آپ جعلی ونقلی کی شِکایت بھیجتے وقت دکاندار کا مکمل پتہ بھی تحریر کریں تاکہ ہم قانونی کارروائی کر سکیں۔ شکریہ

MANUFACTURER OF WORLD'S BEST TOOTH POWDER
P.O. BOX: 2110, KARACHI-18

لذّے دار لطیفے

دورانِ سفر دو بہروں کی گفتگو ملاحظہ فرمائیں

پہلا بہرہ :۔ کیا آپ لاہور جا رہے ہیں؟

دوسرا بہرہ :۔ جی نہیں ۔۔ میں لاہور جا رہا ہوں۔

پہلا :۔ معاف کیجئے گا ... میں سمجھا آپ لاہور جا رہے ہیں۔

عامر ممتاز طور، کنری تھرپارکر

●

ایک سائنسدان نے مکھی پر تحقیق شروع کی۔ ایک مکھی کو مٹھی میں بند کیا اور مٹھی کھولتے ہی کہا "اُڑ جا" مکھی اُڑ گئی۔ پھر ایک مکھی کو پکڑا اور اُس کے پر نوچ دیئے ... پر نوچنے کے بعد کئی بار چیخ چیخ کر کہا "اُڑ جا" مگر مکھی نہ اُڑی۔

سائنس دان نے کہا "بس تحقیق سے ثابت ہوا کہ مکھی کے پر نوچ دیئے جائیں تو مکھی کی قوتِ سماعت زائل ہو جاتی ہے"۔

خالد محمود، ناظم آباد کراچی

●

ایک صاحب (فقیر کو خیرات دیتے ہوئے) کوشش کیا کرو ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہ آئے۔

فقیر۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ہاتھ پھیلانے سے قبل لوگ مجھے خیرات دے دیا کریں لیکن کیا کروں نہیں دیتے تو ہاتھ پھیلانا پڑتے ہیں۔

منزہ یاسمین، بھون۔ چکوال

●

ایک دوست (دوسرے دوست سے)

کیا یہ بات سچ ہے کہ جب ہچکی آئے تو کوئی یاد کرتا ہے؟

دوسرا دوست ـــــ ہاں .. کم از کم آخری
ہچکی کی حد تک تو یہ سچ ہی ہے۔

عظمیٰ زاہد، اسما زاہد، کورنگی، کراچی

●

میری مرغی نے آپ کا لان خراب کر دیا۔
میں اس کے لئے معذرت خواہ ہوں. جناب
ایک صاحب نے پڑوسی سے معذرت کرتے
ہوئے کہا۔
"کوئی بات نہیں ایسا ہو ہی جاتا ہے ..
اب دیکھئے نا میری بلّی نے آپ کی مرغی کا بھی تو
تیا پانچہ کر دیا تھا۔ پڑوسی نے جواب دیا ..
"گڈ" "دراصل میں یہی بتانے آیا تھا کہ میرے
کتّے نے آپ کی بلّی کے کان ادھیڑ دئے ہیں"
ان صاحب نے اطمینان سے جواب دیا۔

ہما قریشی ۲/۷-جی اسلام آباد

●

کیمیا کے ایک استاد نے لیکچر کے دوران
ایک طالب علم سے پوچھا۔
" عارف تم بتاؤ، ایچ۔ این۔ او آٹھ کا
کیا مطلب ہے؟
عارف (ذہن پر زور دیتے ہوئے اور
پیشانی پر انگلی مارتے ہوئے) جناب یہ میری
زبان پر ہے ... مگر....

استاد:۔ ارے بیوقوف جلدی سے
تھوک دو... یہ نائیٹرک ایسڈ (زہر) ہے... مار جاؤ گے.

بلال شعیب، ادریس اکرم، بنجوال اٹک

●

کیا آپ کے موزوں میں سوراخ ہیں۔
ایک صاحب نے اپنے ہمسفر ساتھی سے پوچھا.
جی نہیں ... ہرگز نہیں۔
تو پھر آپ نے اپنے پاؤں موزوں میں
کیسے ڈالے ؟

عبدالقادر بلوچ، آب پارہ، اسلام آباد

●

جج (ملزم) سے رقم کی چوری کے اس
کیس میں تمہارے خلاف کوئی مضبوط شہادت
نہیں ملی. اس لئے تمہیں باعزت بری کیا جاتا ہے.
اب تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ـ
ملزم۔ بہت شکریہ جج صاحب، بہت شکریہ
اب وہ رقم تو میں اپنے پاس رکھ سکتا
ہوں نا ؟

بہزاد حسین، شہلا ارشاد، منگھوپیر روڈ کراچی

●

ماں کسی تقریب سے واپس آئیں تو تینوں
بچوں نے اپنے اپنے کاموں کی رپورٹ پیش کی

جوانہوں نے اپنی امّی کی غیر موجودگی میں کئے تھے۔

پہلا بچّہ :۔ میں نے برتن دھونے کے لئے پانی گرم کیا۔

دوسرا بچّہ :۔ میں نے برتن دھوئے۔

تیسرا بچّہ :۔ میں نے برتن کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے کوڑا دان میں ڈالے۔

صائمہ ، عاصمہ ، شیر شاہ ویلج کراچی

●

ایک دیہاتی سیر و سیاحت کے غرض سے شہر پہنچا۔

ایک ہوٹل میں قیام کے بعد اس نے بیرے سے پوچھا کہ اس ہوٹل میں کھانے کے کیا اوقات ہیں؟

"یہاں صبح ، بجے سے گیارہ تک ناشتہ، بارہ سے تین دوپہر کا کھانا اور پانچ سے رات نو تک رات کا کھانا ہوتا ہے" بیرے نے جواب دیا۔

لیکن اگر پورا دن کھانے میں گزر گیا تو شہر کی سیر کیسے کروں گا؟

دیہاتی نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

●

بچّہ :۔ (میزبان سے) انکل آپ کا گلدان مجھ سے ٹوٹ گیا۔

میزبان :۔ ارے! وہ تو سو سال پرانا گلدان تھا۔

بچّہ :۔ خدا کا شکر ہے، میں تو ڈر رہا تھا کہ کہیں نیا نہ ہو۔

زبیدہ علی، برنس روڈ کراچی

●

تین کچھوؤں نے یہ طے کیا کہ کافی کا ایک ایک پیالہ پینا چاہیئے۔

وہ کافی ہاؤس میں داخل ہوئے تو بارش ہونے لگی،

سب سے بڑے کچھوے نے سب سے چھوٹے کچھوے سے کہا گھر جاؤ اور چھتری لے آؤ۔

چھوٹے کچھوے نے کہا اس شرط پر لے آتا ہوں کہ آپ لوگ میری کافی نہیں پئیں گے۔۔

دونوں نے وعدہ کیا اور چھوٹا کچھوا چل دیا۔ دو سال گزر گئے تو بڑے کچھوے نے منجھلے سے کہا "میرے خیال میں اب وہ واپس نہیں آئے گا کیوں نہ ہم دونوں مل کر اس کا پیالہ پی لیں"۔

عین اُسی وقت باہر سے چھوٹے کچھوے کی آواز آئی۔ "دیکھئے اگر آپ نے میری کافی پی لی تو چھتری لینے نہیں جاؤں گا"۔

●

پاکستان کا قیام

ثنا خلیل۔ کراچی

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور کے منٹو پارک میں پہلی بار باقاعدہ مطالبہ کیا گیا کہ مسلمانوں کو ایک علیحدہ ریاست دی جائے۔ یہ مطالبہ علامہ اقبال کا خواب اور لاکھوں مسلمانوں کے دل کی آواز تھی۔ جس نے بالآخر حقیقت کا روپ دھارا۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء یا ۲۷ رمضان المبارک ۱۳ ہجری کو پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ قیامِ پاکستان کا اعلان پہلی بار ریڈیو پاکستان لاہور سے مصطفیٰ علی ہمدانی نے کیا۔

بعد از قیام قیام کے بعد پاکستان کے پہلے گورنر جنرل قائدِ اعظم، پہلے وزیرِ اعظم لیاقت علی خان اور پہلے صدر اسکندر مرزا بنے۔ پاکستان کو سب سے پہلے ایران نے تسلیم کیا۔ ایران ہی میں پاکستان کا پہلا سفارت خانہ قائم ہوا جب کہ بیرونی دنیا میں پاکستان کا پرچم سب سے پہلے فرانس میں لہرایا گیا۔ اقوامِ متحدہ کی رکنیت پاکستان نے ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کو حاصل کی۔

قومی پرچم : پاکستان کے قومی پرچم کا نمونہ سب سے پہلے لیاقت علی خان نے پیش کیا جب کہ پرچم کا ڈیزائن امیر الدین قدوائی نے بنایا تھا۔ یہ سبز ہلالی پرچم سب سے پہلے مولانا شبیر احمد عثمانی نے لہرایا۔ پرچم کا سبز رنگ اسلام اور مسلمانوں کا مظہر ہے جب کہ سفید رنگ کی پٹی اقلیتوں کی علامت ہے۔

قومی ترانہ : پاکستان کا قومی ترانہ ابوالاثر حفیظ جالندھری نے لکھا۔ یہ ترانہ پہلی مرتبہ ۱۳ اگست ۱۹۵۲ء کو نشر کیا گیا۔ قومی ترانے کی دُھن عبدالکریم چھاگلہ نے بنائی اور اس میں ۳۸ ساز استعمال ہوئے۔ قومی ترانے کے کل مصرعے ۱۵ ہیں جبکہ اس کا کل دورانیہ ایک منٹ بیس سیکنڈ ہے۔

چند متفرق معلومات : پاکستان کا قومی پھول یاسمین (چنبیلی) ہے۔ قومی کھیل ہاکی ہے۔ پاکستان کا پہلا سکہ ۲ جنوری ۱۹۴۸ء کو جاری ہوا جب کہ پہلا ڈاک ٹکٹ ۹ جولائی ۱۹۴۸ء میں جاری ہوا۔ پاکستان کا سب سے بڑا سول اعزاز "نشانِ پاکستان" اور سب سے بڑا فوجی اعزاز نشانِ حیدر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے ملک پاکستان کو ہمیشہ سلامت رکھے۔

"جن دادا آپ!"

سلیم الطبع

"بنڈل۔ ایک دم بنڈل۔ بیوقوف کہیں کے۔ پتا نہیں ایسی اوٹ پٹانگ کہانیاں سوجھتی کس کو تھیں۔"

کاشف نے کتاب زور سے ایک طرف پھینکی، اسی لمحے آصف کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کتاب کو گرنے سے پہلے ہی کیچ کرلیا۔

"بُری بات۔ بہت بُری بات ہے" آصف نے دادا کے لہجے میں کہا "اچھے بچے کتاب کی بے عزتی نہیں کرتے اور یہ "الہ دین کا چراغ" تو تم نے اسکول کی لائبریری سے لی ہے، اس کی تو اور زیادہ حفاظت کرنی چاہیے۔ ورنہ "منشی مُنقّا" تمہارا حشر نشر کردیں گے۔ اور پرنسپل صاحب فائن الگ کریں گے۔"

"میں نے تو صرف کتاب پھینکی تھی مگر تم نے تو کتاب دینے والے لائبریرین صاحب کو "منشی مُنقّا" کہہ کر کوئی اچھی بات کی ہے؟" کاشف نے جوابی حملہ کیا۔

"اچھا خیر چھوڑو یار یہ بتاؤ کہ اس کتاب میں تم کو کون سی بات بنڈل لگی"۔ آصف اس کی بات گول کرگیا۔

"یہ تو پوری کتاب ہی بنڈل ہے، ایک دم بکواس بلکہ بقول اردو کے سر سلمان کے کلیاتِ بکواس ہے" کاشف صاحب نے ایسا منہ بنایا جیسے کوئی کڑوی دوا پی لی ہو۔

"مسلسل فرمائے ہی جاؤ گے یا کچھ بکو گے بھی، مجھے بھی پتہ چلے اس میں غلط بات کیا ہے؟"

آصف نے چڑانے والے انداز میں پوچھا۔

"یہی کہ ایک جادوگر ہوتا ہے، ایک جن ہوتا ہے، جن کبھی انگوٹھی کا غلام ہوتا ہے اور کبھی

چراغ کا۔ جن نہ ہوا غلام ابن غلام ہوگیا ۔ بھلا کہیں اس سائنسی دور میں یہ ممکن ہے؟؟ سائنس نے تو ہر ڈھول کا پول کھول دیا ہے۔ کاشف نے حال ہی میں آٹھویں کے سالانہ امتحان کے موقع پر یاد کئے ہوئے محاورے کو استعمال کرتے ہوئے اپنی عقلمندی اور قابلیت جتلانے کی کوشش کی۔

"سیکن ذہین الدولہ صاحب" آصف نے کاشف کی یادداشت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا "شائد آپ بھول گئے ہیں کہ اسلامیات کے سَر افتخار نے بتایا تھا کہ جنّوں کا واقعی وجود ہے۔ جس کی مثال انہوں نے قرآن کریم کی آخری سورۃ "والناس" سے دی تھی۔" انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ قرآنِ پاک کی ایک پوری سورۃ کا نام ہی "سورۂ جن" ہے۔ اور یہ بھی کہ اسلام میں کوئی چیز غیر سائنسی نہیں ہے۔

"لیکن قبلہ مولانا صاحب" کاشف نے آصف کے باؤنسر کو ہک کرتے ہوتے جواب دیا۔ "شاید آپ کو بھی بھولو فوبیا ہوگیا ہے۔ سَر افتخار نے تو یہ بھی کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو اپنی غلامی اور بندگی کے لئے پیدا کیا ہے اس لئے نہیں کہ وہ چراغ اور انگوٹھی کی غلامی کرتا پھرے اور عجیب عجیب تماشے دکھاتا پھرے۔ جن نہ ہوا ایرانی سرکس ہوگیا۔

"ہم بھی سرکس چلیں گے" کلیم اور کامران نعرہ لگاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔

"ہاں ہاں فکر نہ کرو تمہیں سرکس ہی لے جائیں گے۔ ابھی ابھی سرکس والے اعلان کررہے تھے کہ ان کا ایک بندر اور ایک بھالو فرار ہو گئے ہیں۔ آصف نے ایک تیر سے دو شکار مارتے ہوئے کہا۔

"ہاں بالکل ہم نے بھی اعلان سنا تھا اور یہی تصدیق کرنے آئے تھے کہ کہیں تم دونوں پکڑے تو نہیں گئے" کلیم نے گگلی روکتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا وقفہ ختم" کاشف نے بیچ بچاؤ کراتے ہوئے گفتگو کا سلسلہ پھر سے جوڑا "آصف صاحب آپ پھر سے انسان بن جائیں۔ اور یہ بتائیں کہ کیا کوئی جن اس طرح انگوٹھی یا چراغ کا غلام بن کر سرکس دکھا سکتا ہے۔

"لوجی ہم تو سرکس کی سیر کرنے چلے تھے یہ دونوں جنات کی سیر کررہے ہیں" کلیم نے تبصرہ کیا۔

"خیریت تو ہے؟ کیا الہ دین کا چراغ ہاتھ لگ گیا ہے" کامران نے پوچھا۔

"ہاں یہ کاشف صاحب کو اسکول کی لائبریری سے مل گیا ہے" آصف نے کامران اور کلیم کو کتاب اور اپنی بحث کے بارے میں بتلاتے ہوئے کہا "یہ کاشف صاحب جنوں پر یقین کرنے کو تیار نہیں۔"

نہیں نہیں جس چیز پر قرآن پاک کی گواہی موجود ہو میں اس سے کیسے انکار کرسکتا ہوں۔ کاشف نے وضاحت کرتے ہوئے جواب دیا۔

"میرا کہنا تو یہ ہے کہ جن تو صرف خدا کی مخلوق ہیں اور وہ اس کے سوا کسی کے غلام نہیں

ہوتے چراغ کے نہ انگوٹھی نہ کسی اور چیز کے"۔

"اگر دونوں طرف اتفاق پایا جاتا ہے تو پھر آج کے ایوان میں موضوع بحث کیا ہے؟" کلیم نے اپنی مقرّرانہ صلاحیت استعمال کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں قائد ایوان کی حیثیت سے یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ الہ دین کی کہانی سائنسی لحاظ سے بچوں کی تربیت پر بُرا اثر ڈالتی ہے اس سے بچّے ہر غلط سلط چیز کو صحیح سمجھنے لگتے ہیں"۔ کاشف نے کلیم کو اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے ہوئے اپنے موقف کی وضاحت میں مزید کہا۔

"میں قائد حزب اختلاف جناب آصف صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنے موقف کی وضاحت کریں۔

"الہ دین کی کہانی سائنسی لحاظ سے بالکل قابل عمل ہے جناب والا میں کوشش کروں گا کہ ایک ایک چیز کو اسی طرح ثابت کروں جس طرح کل میں نے اسکول کی تجربہ گاہ میں نمک، لوہ چون اور ریت کے آمیزے کو الگ کر دکھایا تھا"

"ہیئر ہیئر ہیئر ہیئر" دو رکنی ایوان نے زوردار تالیاں بجا کر داد دی۔

"کیا شور مچا رکھا ہے یہ گھر ہے یا تمہارا اسکول؟" دادا جان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں تحقیقی کام کر رہا ہوں خاموش بیٹھو ورنہ باہر جا کر کھیلو۔ بلکہ کاشف تمہاری پڑھائی کا وقت ہوگیا ہے اب بیٹھ کر پڑھو" دادا جان کمرے سے نکلتے نکلتے اپنا دادا شاہی حکم سنا کر چلے گئے۔

"میں بحثیت قائد ایوان یہ فیصلہ دیتا ہوں کہ فی الحال ناسازگار حالات کی وجہ سے مباحثہ ملتوی کیا جاتا ہے۔ یہ مباحثہ کل اسی جوش و خروش سے سائنس کے سر اکرام کی صدارت میں سائنس روم میں برپا ہوگا"۔ کامران آخر مباحثہ سے اپنی دلچسپی کا اظہار کئے بغیر کیسے رہ سکتا تھا۔

چاروں کامران کی اس بات پر متفق ہو گئے اور اس کے بعد آصف، کامران اور کلیم اپنے اپنے گھر روانہ ہو گئے۔

تینوں کو نکلے کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ کاشف نے یہ سوچتے ہوئے دوبارہ "الہ دین کا چراغ" اٹھالی کہ کل کی بحث کے لئے مواد اکٹھا کرنا چاہئیے اور اس نے بستر میں گھس کر کتاب کو پھر سے

پڑھنا شروع کر دیا۔

"ملک چین میں ایک درزی رہا کرتا تھا۔ اس کا نام مصطفیٰ تھا۔ مصطفیٰ نہایت غریب آدمی تھا۔ اس کا ایک بیٹا تھا جو بہت نکما .... نکھٹو اور .... بہت نکما نکھٹو .... اور کام .... چور .... تھا ...." اتنے میں آصف باقی دونوں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا اور کہنے لگا "کاشف اب یہ کتاب مجھے دے دو کیونکہ تم اس کو ایک دفعہ پڑھ چکے ہو۔" اپنے مطالبے کی وضاحت میں مزید بولا۔

"اب میں اس کتاب کو پڑھ کر کل کے مباحثے کی تیاری کروں گا۔"

"ہاں ہاں لے جاؤ ہم کبھی نہتے دشمن سے نہیں لڑتے بلکہ بوقت ضرورت دشمن پر ترس کھا کر اس کو بھی ہتھیار فراہم کرتے ہیں" کاشف اپنی تاریخ دانی کی چوٹ مارتے ہوئے بولا۔

"لیکن میں بھی دیکھتا ہوں کہ کل تم انگوٹھی رگڑ کر جن کس طرح بلاؤ گے"

"یہ کونسا ایسا مشکل کام ہے یہ تو میں ابھی کر کے دکھا سکتا ہوں" آصف بھی خواہ مخواہ جذبات میں آتے ہوئے بولے۔" ذرا کوئی انگوٹھی تو لا کر دو"

کاشف صاحب ڈھونڈ ڈھانڈ کر دادی اماں کی بغچی سے ایک پرانی سی انگوٹھی نکال لائے اور بولے "یہ لیجئے ماڈرن الہ دین صاحب"

"ارے یہ تو تمہاری گردن سے بھی زیادہ میلی ہے" آصف نے انگوٹھی کاشف سے لیتے ہوئے اس پر چوٹ کی۔"

"ہاں لیکن اس کا باطن بھی میرے باطن کی طرح اجلا اور چمکیلا ہے۔" کاشف نے آصف سے انگوٹھی واپس لے کر زمین پر زور زور سے رگڑتے ہوئے کہا۔" یہ دیکھو"

ہو ہو! ہا ہا! ہو ہو! ہو ہو! ہا ہا! ہا ہا!

اچانک کمرے میں دھواں پھیل گیا اور ان لوگوں کو ایسا محسوس ہوا کہ ان کے سر کے اوپر سے کوئی جہاز بغیر سائیلنسر کے گزر گیا ہے۔

"کیا حکم ہے میرے آقا" ایک جن ان چاروں کے سامنے ظاہر ہوتے ہوئے بولا۔

جن کے آتے ہی کیا ہوا؟ آئندہ شمارے میں پڑھیئے

بُدھو سی ایک بچّی

حاطبؔ صدیقی

سیما نے مجھ سے پوچھا
اے میرے پیارے چچاّ
یہ روز آپ مجھ کو
دیتے تھے کیسا غپاّ
کہتے تھے کر رہا ہوں
وعدہ میں تم سے سچاّ
جنگل کے پیڑ پر سے
بندر کا ایک بچہّ
لاؤں گا توڑ کر کے
لیکن ابھی ہے کچاّ

●

سمجھے تھے آپ ہے یہ
بُدھو سی ایک بچیّ
چھ سال کی ہے، ہو گی
کچھ عقل کی بھی کچیّ
لیکن سمجھ گئی ہوں
میں ساری غپاّ، غپیّ
بالکل بُرا نہ مانیں
تو بات کہہ دوں سچیّ
بس ہو گئی ہے، چچاّ!

اب آپ کی بھی کچیّ
مجُھ کو بتا چکی ھیں
کل رات چھوٹی بچیّ

●

اُگتے نہیں ہیں پیڑوں-
پر، بندروں کے بچےّ
میں آپ کے تو وعدے
مانوں کبھی نہ سچےّ
دیکھئے نہ آپ مجُھ کو
اب ایسے ویسے غپےّ
ہوتے نہیں وہ ہرگز
ہرگز بھی پکے کچےّ
چچیّ نے خود ھیں دیکھے
اُن کے بھی، انڈے بچےّ

●

بندریا انڈے دیتی—
ہے، گھونسلوں کے اندر
بنتے ہیں پہلے چوُزے
پھر پورے پورے بندر

●

جب کچھ کھانا ہی ٹھہرا..... تو
ایسا کیوں نہ کھائیں
جس سے قوت پائیں
مزے مزے کی ڈائٹ
سوہن ڈیلائٹ
احمد
فریش ویل
سوہن ڈیلائٹ
بادام، پستہ اور
خالص گھی سے تیار کردہ
لذیذ اور توانائی بخش
Sohan Delight
سوہن ڈیلائیٹ
Freshwel
احمد
سوہنی دھرتی
میں ہر جگہ
دستیاب
اے کے ایچ ایم (پرائیویٹ) لمیٹڈ۔کراچی

دائرۂ معلومات

اُمِّ رباب جعفری

۲۰ اشاروں کو غور سے پڑھیئے اور ان کے جوابات کو دائرے میں ترتیب سے لکھنا شروع کر دیجئے۔ ہم اپنے نئے پڑھنے والوں کی سہولت کے لئے ایک بار پھر بتا دیں کہ پہلے اشارے کا جواب جس حرف پر ختم ہوگا دوسرے اشارے کا جواب اُسی حرف سے شروع ہوگا۔ مثلاً پہلے اشارے کا جواب ہے "اقبال" اقبال کا آخری حرف "ل" ہے ... تو اب گویا دوسرے اشارے کا جواب "حرف "ل" سے شروع ہوگا۔ اب آپ جلدی سے ایک پینسل لیجئے اور اس دائرے میں جواب لکھنا شروع کر دیجئے۔ علیحدہ کاغذ پر جوابات کے علاوہ دائرہ بھی ساتھ ضرور بھجوائیں۔
ان اشاروں کے جوابات ہمیں ۱۰ ستمبر تک مل جانے چاہئیں۔ تمام جوابات درست ہونے کی صورت میں آپ کا نام اور تصویر بھی شائع کی جائے گی اور قرعہ اندازی کے ذریعہ خوبصورت انعام بھی دیا جائے گا

(ادارہ)

۱۔ پاکستان کے قومی شاعر
۲۔ برطانیہ کا دارالحکومت اور سب سے بڑا شہر۔

۳۔ سورج، چاند، ستاروں اور سیاروں کے اثرات کا علم۔

۴۔ ______ نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے۔

۵۔ ایک پیغمبر، جنہیں مچھلی نے نگل لیا تھا۔

۶۔ پاکستان کا ایک شہر، جس کا پرانا نام منٹگمری تھا۔

۷۔ ______ میں الفاظ اور ان کے معنے درج ہوتے ہیں۔

۸۔ ایک مشہور تخت جو شہنشاہ شاہ جہاں نے بنوایا تھا۔

۹۔ آسٹریلیا کا سب سے بڑا شہر

۱۰۔ ایک جانور جو تبت میں پایا جاتا ہے۔

۱۱۔ اردو کے ایک مشہور افسانہ نگار۔ جن کے ایک مشہور ناول کا نام شکست ہے۔

۱۲۔ پاکستان کا سب سے بڑا اعزاز نشان حیدر پانے والے سب سے کم عمر افسر۔

۱۳۔ رقبہ کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک ______ ہے۔

۱۴۔ قائداعظم کے بعد پاکستان کے گورنر جنرل اور لیاقت علی خان کے بعد پاکستان کے وزیراعظم خواجہ ______ بنے تھے۔

۱۵۔ ایرانی فاتح جو ۱۷۳۹ء میں ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔

۱۶۔ ویت نام کے عظیم رہنما۔

۱۷۔ پاکستان کا قومی کھیل

۱۸۔ مشرقی افریقہ کا ایک ملک۔ جس کا دارالحکومت کمپالا ہے۔

۱۹۔ خاندان لودھی کا آخری بادشاہ ______ تھا۔

۲۰۔ یورپ کا ایک ملک۔ جہاں سے اولمپک کھیلوں کی ابتداء ہوئی۔

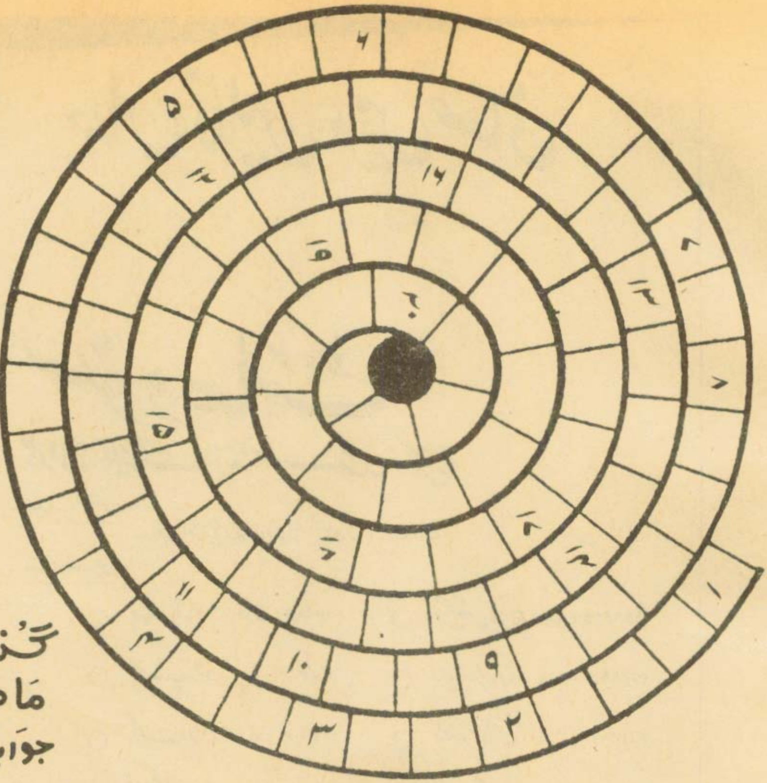

گزشتہ ماہ کے جوابات

۱، اسلام	۲، مہابت	۳، تاج محل	۴، لاہور
۵، روم	۶، مدراس	۷، سکندر اعظم	۸، مالٹا
۹، ایوب خان	۱۰، نقشِ فریادی	۱۱، یٰسین	۱۲، نمرود
۱۳، داغ	۱۴، غالب	۱۵، بلوچستان	۱۶، نیویارک
۱۷ کربلا	۱۸ انیس	۱۹ سیالکوٹ	۲۰ ٹارزن
۲۱ نشانِ حیدر	۲۲ روشنی	۲۳ یاسر عرفات	۲۴ ترکی
۲۵ یادوں کی برات	۲۶ تاشقند	۲۷ دہلی	۲۸ یوسف
۲۹ فراق	۳۰ قبلائی خان	۳۱ نوبل انعام	۳۲ مینارِ پاکستان
۳۳ نورجہاں	۳۴ ناصر کاظمی	۳۵ یورینس	۳۶ سقراط
۳۷ طنجہ	۳۸ ہل		

جہاں قالین وہیں صفائی

سنو وھائٹ

ڈرائی کلیننگ انڈسٹری، کراچی

ہیڈ آفس:
عبداللہ ہارون روڈ فون: ۵۱۱۷۱۱

شاخیں:

○ بہادر آباد فون: ۴۱۳۶۹۵	○ ڈیفنس فیز V فون: ۵۲۶۵۳۹
○ جمشید روڈ ″ ۴۱۱۳۰۲	○ امیر خسرو روڈ ″ ۴۱۳۶۹۵
○ کھارادر ″ ۲۲۵۸۰۳	○ راشد منہاس روڈ ″ ۴۱۱۳۰۲
○ گارڈن روڈ ″ ۷۲۲۴۳۳	○ حسن اسکوائر ″ ۵۲۶۵۳۹
○ برنس روڈ ″ ۲۰۳۳۳۶	

سنو وھائٹ

ڈرائی کلیننگ انڈسٹری

ہیڈ آفس: عبداللہ ہارون روڈ، کراچی فون ۵۱۱۷۱۱ ۵۲۶۵۳۹

زونل آفس: صدر بازار۔ راولپنڈی فون ۶۷۹۸۸ ۶۳۲۵۰

ماہ جولائی کے دائرہ معلومات میں شرکت کرنے والے ذہین بچے

قرعہ اندازی کے مطابق ۳ خوبصورت انعامات کے مستحق قرار دیئے جانے والوں بچوں کے نام یہ ہیں

① انیش قریشی، شاہ فیصل کالونی، کراچی ② نبیل شاہین، محلہ اسلام پورہ، سیالکوٹ

③ محمّد ناصر نفیس، شاہی بازار، حیدرآباد،

درست جوابات ارسال کرنے والوں کے نام:

◉ سہیل صدیق،
محلہ محمد پورہ، گوجرانوالہ

◉ حسن مہدی خراسانی،
انچولی ایف بی ایریا، کراچی

◉ عبدُالغفور،
نیو چنیسر کالونی لانڈھی، کراچی

◉ محمد ناصر نفیس،
شاہی بازار، حیدرآباد

◉ سیّد سمیع الدین،
محمود آباد، کراچی

◉ انوار الحسن انصاری،
منگھوپیر روڈ، کراچی

◉ محمد فیروز خان ،
شمالی ناظم آباد، کراچی

◉ شاہین قریشی ، شاہ فیصل کالونی، کراچی
◉ نعمان ایاز ، کورنگی، کراچی
◉ صائمہ ولی ، کورنگی، کراچی
◉ عدیل رضا، فیڈرل بی ایریا ، کراچی
◉ سید جعفر عابدی ، ائرپورٹ، کراچی
◉ **خولہ نقی**، شہید ملت روڈ کراچی

◉ ساجدہ یمنع سومرو ، امین آباد، کوٹری
◉ پرنس نواز ، فیوچر کالونی لانڈھی ، کراچی
◉ خواجہ عمر فاروق ، النور سوسائٹی، کراچی
◉ چوہدری ساجد حسین ، رتن تالاب ، کراچی
◉ شاہد محمود خان ، مین بازار، بھکر
◉ درِ شہوار شاہین ، محلہ اسلام پورہ، سیالکوٹ
◉ شہانہ شمشاد ، شو مارکیٹ، کراچی
◉ محمد کامل منصوری ، شاہی بازار، ٹنڈوالہیار
◉ عبدالباسط محمد انور ، الف بی ایریا، کراچی
◉ تاج الملوک، چوک منگلا روڈ ، دینہ جہلم
◉ محمد مغیرہ چوہان ، لانڈھی، کراچی
◉ عابدہ سرور ، کیڈٹ کالج حسن ابدال

ایک غلط جواب بھیجنے والوں کے نام

◉ مقصود احمد صدیقی ، اورنگی ٹاؤن، کراچی
◉ عثمان الاسلام ، بدوکی گوسائیاں ، گوجرانوالہ
◉ سہیل احمد، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی،
◉ مرزا توصیف بیگ، شاہی بازار، حیدرآباد

◉ رضی احمد صدیقی،
فیڈرل بی ایریا، کراچی

◉ سید محمد علی رضوی ،
لطیف آباد نمبر ۱۱، کراچی

◉ جاوید اسلام،
پنجری پاڑا روڈ کیماڑی، کراچی

احمد حاطب
صدیقی

بینگن کو پولیس لے گئی

" بینگن کو پولیس پکڑ کر لے گئی "
" بینگن کو پولیس پکڑ کر لے گئی "
ٹماٹروں میں کھلبلی مچی ہوئی تھی اور وہ بدحواسی کے عالم میں لڑھکتے پڑھکتے اِدھر سے اُدھر بھاگ رہے تھے۔
آلوؤں کا ہانپ ہانپ کر سانس پھول گیا تھا!

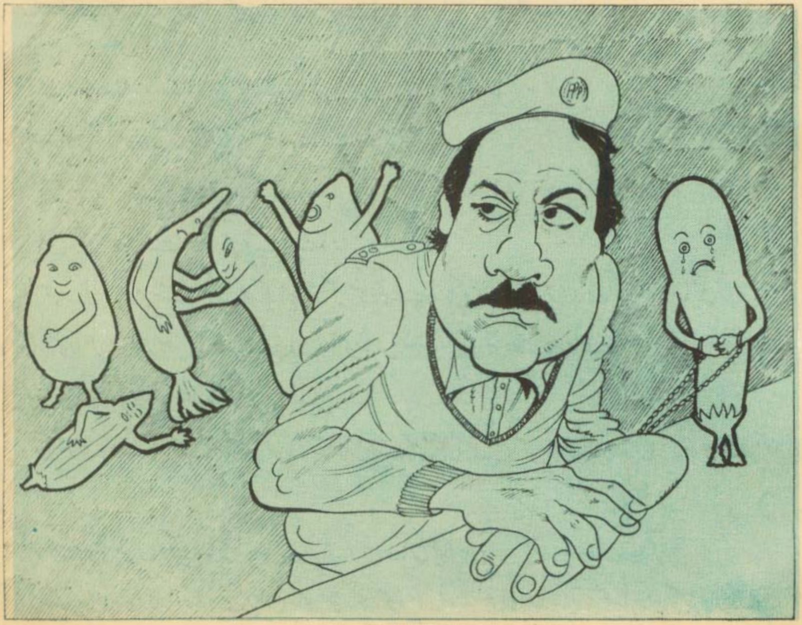

پالک کی حالت پتلی تھی۔
دھنیئے، پودینے کی گڈیاں ڈر کے مارے سوکھی جارہی تھیں۔
مولیوں کے پتّے خوف سے کانپے جارہے تھے! لگڑیوں کا رنگ زرد پڑنے لگا تھا۔
غرض یہ کہ ہر طرف ایک سراسیمگی پھیلی ہوئی تھی، تمام سبزیوں اور ترکاریوں پر لرزہ طاری تھا اور چپکے چپکے ایک دوسرے کھسر پھسر کررہی تھیں۔
"اے بھیّا گول کدّو! کچھ تمہیں پتہ ہے آخر بینگن کو پولیس کیوں پکڑ کرلے گئی۔؟"
بندگوبھی نے سر پر دوپٹہ لیتے ہوئے اپنے دانتوں میں انگلی دباکر پوچھا۔
"کیا بتاؤں بہن میں خود حیران ہوں، میری تو کھوپڑی چٹخ گئی ہے"
گول کدّو نے اپنے دانت نکال کر جواب دیا۔
"شلجم دادا! کیا پولیس بینگن کو جیل میں بند کردے گی؟"
ایک بھولے بھولے سرخ گالوں والے ٹماٹر نے سہمے سہمے لہجے میں سوال کیا۔
"اللہ جانے بٹیا، بینگن نے ضرور کچھ کیا ہوگا!"
بوڑھے شلجم نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پریشانی کا اظہار کیا۔
"مجھے تو ہول آرہا ہے، خدا جانے بینگن بھائی کی کتنی مار لگے گی"
پیاز کی آنکھوں میں سچ مچ آنسو آگئے!
"مجھے خود بڑا افسوس ہورہا ہے"
مولی کے پتوّں سے تو واقعی ٹپ ٹپ دو آنسو گر گئے۔
"میں نے ہزار مرتبہ بینگن کو سمجھایا تھا کہ سلیقے سے رہا کرے مگر اس سے تو نچلا بیٹھا ہی نہیں جاتا تھا، کبھی اس تھالی میں لڑھک رہا ہے، کبھی اُس تھالی میں لڑھک رہا ہے!"
کریلے نے کڑوا سا منہ بناکر اظہار خیال کیا۔
"ہر وقت اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتا رہتا تھا۔ اب پولیس والے اس کا بھرتہ بنائیں گے تو پتہ چلے گا"
ہری مرچ کیوں چپ رہتی، اس نے بھی اپنی زبان چلائی!
"نہ بٹیا، ایسی بد فال منہ سے نہیں نکالتے، کچھ بھی ہو آخر ہمارا ہمسایہ تھا۔ ہمسایوں کے بارے

میں ایسی باتیں نہیں کرتے۔"

گاجر نے مرچوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"لیکن گاجر نانی، وہ ہر وقت غرور کے نشے میں چور رہتا تھا، کسی سے بھی سیدھے منہ بات نہ کرتا تھا۔"

ادرک نے ادب کے ساتھ گاجر کی توجہ مبذول کرائی۔

"کہتا تھا، میرے سر پر تو تاج ہے، میں تم سب ترکاریوں کا بادشاہ ہوں"

لہسن کی گانٹھ نے اُس کی نقل اتارتے ہوئے کہا۔

"اب نکلے گی ناساری بادشاہی جب پولیس والے اُس کو اُلٹا لٹکائیں گے!"

لیموں نے ترشی کے ساتھ کہا۔

"لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ آخر پولیس اُسے پکڑ کر کیوں لے گئی؟"

ٹماٹر ابھی تک سہما ہوا تھا۔

"ضرور اُس نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی ہوگی، کالا کلوٹا!"

لوکی تو بالکل ہی جل کر بولی، اُس کو اپنی رنگت پر بڑا ناز تھا۔

"لوکی بہن، کسی کی شکل و صورت کا مذاق نہیں اڑاتے، مجھے دیکھو، میں کتنی گوری ہوں۔ مگر میں نے کسی کو حقارت سے نہیں دیکھا۔ مولی نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"اور کیا۔ شکل صورت تو اللہ کی بنائی ہوئی ہوتی ہے، اُس نے ہر ایک کو الگ الگ رنگ کا بنایا ہے تاکہ ہم سب اچھے لگیں، اگر سب ایک ہی رنگ کے ہوتے تو ہم سب ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر بیزار ہو چکے ہوتے۔"

چقندر نے اپنا لال لال منہ کھول کر سمجھانے والے انداز میں کہا!

"اسی لئے تو ہم سب کا ذائقہ بھی مختلف ہے تاکہ دنیا میں طرح طرح کے مزے ہوں۔ ایک ہی ذائقہ ہوتا تو ہماری کوئی بھی قدر نہ ہوتی، ہمیں تو کوئی نہ پوچھتا۔"

ایک نازک سی ککڑی نے شرم سے دوہرے ہوتے ہوئے کہا۔

"ہا ہا ہا "میٹھا کدّو منہ پھاڑ کر ہنسا" لڑکی! تو بولے بغیر نہیں رہ سکتی تھی؟ تیرا کون سا ذائقہ ہے؟ نمک مرچ لگائے بغیر تو کوئی تجھ کو چکھتا بھی نہیں!"

" بڑے میاں تم تو اپنا منہ بند ہی رکھو۔ تمہیں پوچھتا ہی کون ہے، مجھے دیکھو میرے بغیر کوئی سالن تیار نہیں ہوتا"

ہری مرچ نے تیزی سے میٹھے کدو کی بات کاٹی۔

" تتیا مرچ! تجھے تو کوئی خالی خولی کھا بھی نہیں سکتا۔ ہمیشہ دوسروں کے طفیل پوچھی جاتی ہے غضب خدا کا اتنی ذرا سی ہے اور بڑے بڑوں کے منہ آتی ہے!"

کریلے نے چڑ کر کہا۔

" تو تو ہے ہی نیم چڑھا۔ پہلے ہی کڑوا تھا، نیم کے پیڑ پر تیری بیل چڑھ گئی تو تیری باتوں میں کچی نمکولیوں کی خاصیت بھی آگئی۔ کبھی بھی میٹھی بات نہیں کرے گا"

املی نے اُس کے دانت کھٹے کئے۔

" پھر تم لوگوں نے ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنی شروع کر دی۔ ارے آپس میں لڑو گے تو سب کو پولیس پکڑ کر لے جائے گی" آلو نے اپنی چندیا سہلاتے ہوئے کہا۔

" موٹا آلو پلپلا، بہو کو لے کر گر پڑا"

ہری مرچ نے اُس کا بھی منہ چڑا دیا۔

" نہ نہ میرے بچو! بُری بات، کسی کا دل نہیں دکھاتے، یہ بڑے گناہ کی بات ہے!"

شلجم دادا نے ایک مرتبہ پھر بچوں کو سمجھایا۔

" بچو! مل جل کر رہا کرو، اتفاق میں برکت ہے" گاجر نے منہ چلاتے ہوئے کہا!

" گاجر نانی! آپ صرف چھوٹی مرچ اور کڑوے کریلے کو سمجھالیں، ان ہی دونوں نے آفت مچا رکھی ہے"

ککڑی نے ٹھنکتے ہوئے لہجے میں فریاد کی۔

" شرمیلی تو چپ رہ!" کریلے نے ڈانٹ پلائی۔

" خود تو چھوٹی موئی بنی ہوئی ہے، ہمیں سیدھا کرنے چلی ہے" ہری مرچ نے فقرہ کسا!

" کریلے اپنے دانت اندر کر!" املی نے چوٹ کی۔

پھر تو وہ دھما چوکڑی مچی کہ خدا کی پناہ، لوکی، پیاز، ٹماٹر، آلو، گول کدو، گوبھی، میٹھا کدو، ہری مرچ، کریلے سب آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ سو یا بھی سوتے سوتے جاگ پڑا۔ شلجم اور گاجر بیچارے

بیچ بچاؤ کرنے ہی میں پس گئے۔
" کیا آفت مچا رکھی ہے، ہٹ کر چین سے کیوں نہیں بیٹھتے۔ بازار کے لوگ کیا کہیں گے ؟"
اچانک "نامو" ان کی بڑبڑاہٹ کی طرف متوجہ ہوا۔
نامو پانچویں جماعت کا طالب علم تھا۔ صبح اسکول جاتا۔ دوپہر کو گھر آکر کھانا کھاتا اور تھوڑی دیر آرام کر کے بازار میں دکان پر چلا آتا تاکہ ابا جان بھی کھانا کھا سکیں اور آرام کر سکیں۔ ساتھ ہی کوئی کتاب بھی لے آتا تھا اور اسکول میں پڑھا ہوا سبق دوہراتا رہتا۔ اس نے سب کو پکڑ پکڑ کر سمیٹا اور اپنی اپنی جگہ رکھا۔
" میں نے بھی تمہیں سیدھا نہ کر دیا تو میرا نام نعیم نہیں" نامو بڑبڑاتے ہوئے بولا۔
" نامو بھیا، بینگن کو پولیس کیوں پکڑ کر لے گئی ہے ؟" ننھے ٹماٹر نے اپنے سرخ سرخ گالوں کو پھلاتے ہوئے پھر معصومیت سے پوچھا۔ اور نامو کو ہنسی آگئی۔
" بے وقوف! اُسے پولیس پکڑ کر نہیں لے گئی ہے۔ بلکہ ایک پولیس والا خرید کر اپنے گھر لے گیا ہے اپنے بیوی بچوں کے پاس"
سب ترکاریاں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگیں اور شرمیلی ککڑی منہ چھپا کر ہنسنے لگی۔

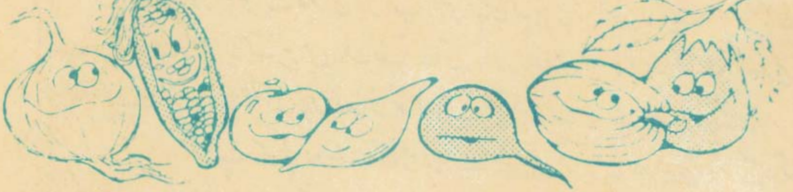

چاند میں داغ کیوں ہیں ؟

آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ چاند پر دھبے بنے ہوئے نظر آتے ہیں، غور سے دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے جیسے یہ کسی انسان کا منہ، ناک اور آنکھیں ہیں۔ پرانے زمانے کے سائنسدانوں کا خیال تھا کہ یہ دھبے سمندر ہیں لیکن سائنسدان کہتے ہیں کہ چاند پر تو پانی نہیں ہے، اور یہ کالے دھبے دراصل لمبے چوڑے میدان ہیں، سب سے وسیع میدان چھ سو میل رقبے میں پھیلا ہوا ہے۔

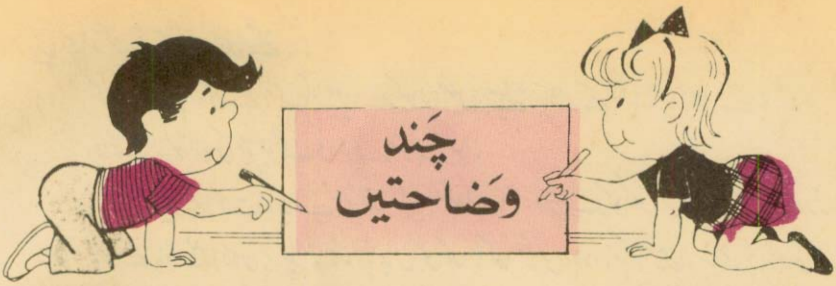

چند وضاحتیں

اگر آپ بچّوں کے خوبصورت ماہنامہ آنکھ مچولی کے لئے کچھ لکھنا چاہتے ہیں تو مندرجہ ذیل باتوں کا خیال ضرور رکھیں۔

(۱) براہ کرم جو تحریر بھی ہمیں بھجوائیں وہ آپ کی اپنی تخلیق ہو، نقل یا چوری کی تحریر ناقابل اشاعت ہوگی۔

(۲) تحریر کاغذ کے ایک جانب ایک سطر چھوڑ کر صاف اور خوشخط لکھیں۔

(۳) اقوالِ زرّیں اور معلومات عامہ سے متعلق آئندہ کوئی چیز ہمیں نہ بھجوائیں۔ انشاءاللہ یہ سب چیزیں ہم آپ کی خدمت میں پیش کرتے رہیں گے۔

(۴) اقوالِ زرّیں اور معلومات عامہ کی جگہ آپ اچھی اچھی کہانیاں، نظمیں، گیت، مضامین دلچسپ، واقعات، مزاحیہ تحریریں، لطائف، خاکے، اور ناقابل فراموش واقعات تحریر کریں تاکہ آپ کی تخلیقی صلاحیتوں میں اضافہ ہو اور آپ مستقبل کے بڑے ادیب بن سکیں۔

(۵) اگر آپ کے کچھ دوست بھی بچّوں کے لئے اچھی تحریریں لکھ لیتے ہیں تو انہیں بھی "آنکھ مچولی" میں لکھنے کی دعوت دیجیے۔

(۶) جن تحریروں میں نیا پن اور دلچسپی ہوگی ہم انہیں انعام بھی دیں گے اور آپ کے نام اور پتے کے ہمراہ شائع بھی کریں گے۔

(۷) کہانی یا مضمون بھجوانے سے قبل اس کی ایک کاپی اپنے پاس محفوظ کرلیں کیونکہ ادارہ اس کی واپسی کے لئے پابند نہیں۔ جو بچّے اپنی کہانی واپس منگوانا چاہتے ہیں وہ کہانی کے ہمراہ جوابی لفافہ بھی بھجوائیں۔

مندرجہ ذیل بچوں کی کہانیاں اور مضامین ہمیں مل گئے ہیں، ہم ان ساتھیوں کی محنت کو سراہتے ہیں، مگر چونکہ کہانیاں بعض پہلوؤں سے کمزور ہیں، اس لئے ہم انہیں شائع نہیں کرسکیں گے۔ آپ دل برداشتہ نہ ہوں ـــــ بلکہ پھر سے کوشش کریں اور کاغذ کے ایک جانب صاف ستھری اور خوبصورت تحریر کے ساتھ ہمیں بھجوائیں۔ بعض نقل شدہ کہانیاں بھی ہمیں موصول ہوئی ہیں ـــــ یہ بہت بڑی بات ہے ہمیں یقین ہے کہ اب اپنی تخلیقی صلاحیتوں میں اضافے کی خاطر نقل کرنے کے بجائے آئندہ خود اپنے ذہن سے کہانیاں تخلیق کریں گے۔

ادارہ

طاہر علی، حیدرآباد، کہانی "سپاری کی موت"
آصف جمیل، بہاولنگر، کہانیاں "پرستان کا شہزادہ اور اسمگلروں کی حویلی"
ہمایوں بشیر، راولپنڈی، کہانی "لولو پوتو"
اختر حسین چانڈیو، نام نہیں لکھا، کہانی، "سچائی کا پھل"
کاشف کمال، کوئٹہ، کہانی، "سچی دوستی"
احمد حسن، گوجرانوالہ، مضمون، "درود شریف کا معجزہ"
محمد اعجاز، نام نہیں لکھا، کہانی، "بندر کی حرکتیں"
محمد شعیب، لاہور، کہانی، "شیش ناگ"
طارق رشید، فیصل آباد، کہانی، "عورت تھی یا بلا"
محمود حسین، نام نہیں لکھا، تحریر، "شہزادی زمرد"

سید مشکور نقوی، حیدرآباد، کہانی، "ایمانداری کا پھل"
عامر رؤف، لاہور کینٹ، واقعہ "بے وقوف لڑکا"
منظہر حسین صدیقی، کراچی، کہانی، "ٹیڑھی کھیر"
زاہد محمود، ملتان، کہانی، "کچھوا اور مرغابی"
بلیک ٹائیگر، فیصل آباد، تحریر "محنت میں عیب نہیں"
حمیرا اسلام، نامعلوم، تحریر، "چوزوں کی کہانی اور نائلہ"
خالدہ عندلیب، کراچی، کہانی "سوتیلی ماں"
محمد فاروق، جہلم، کہانی، "حکم کی تعمیل"
طاہر رحمٰن قریشی، اٹک، تحریر، "عقلمند کون"

فلارنس نائٹ انگیل

۱۲ مئی ۱۸۲۰ء کو اٹلی کے شہر فلارنس میں پیدا ہوئی بچپن انگلستان میں بسر ہوا، یہ خاتون جنگ کریمیا میں زخمیوں کی دیکھ بھال کیا کرتی تھی اور یہی خدمت اس کی شہرت کا باعث بنی، اس کا انتقال ۱۳ اگست ۱۹۱۰ء کو ہوا۔

ROSE PETAL®
The Big Soft Tissues
A Product of Packages Ltd

برسات

اسمٰعیل میرٹھی

وہ دیکھو اٹھی ہے کالی کالی گھٹا
گھٹا کے جو آنے کی آہٹ ہوئی
گھٹا آن کر مینہ جو برسا گئی
زمین سبزے سے لہلہانے لگی
جڑی بوٹیاں، پیڑ آئے نکل
ہر اک پیڑ کا اک نیا ڈھنگ ہے
یہ دو دن میں کیا ماجرا ہوگیا
جہاں کل تھا میدان چٹیل پڑا

ہے چاروں طرف چھانے والی گھٹا
ہوا میں بھی اک سنسناہٹ ہوئی
تو بے جان مٹی میں جان آگئی
کسانوں کی محنت ٹھکانے لگی
عجیب بیل پتے عجیب پھول پھل
ہر اک پھول کا اک نیا رنگ ہے
کہ جنگل کا جنگل ہرا ہوگیا
وہاں آج ہے گھاس کا بن کھڑا!

ہزاروں پھدکنے لگے جانور
نکل آئے گویا مٹی کے پر

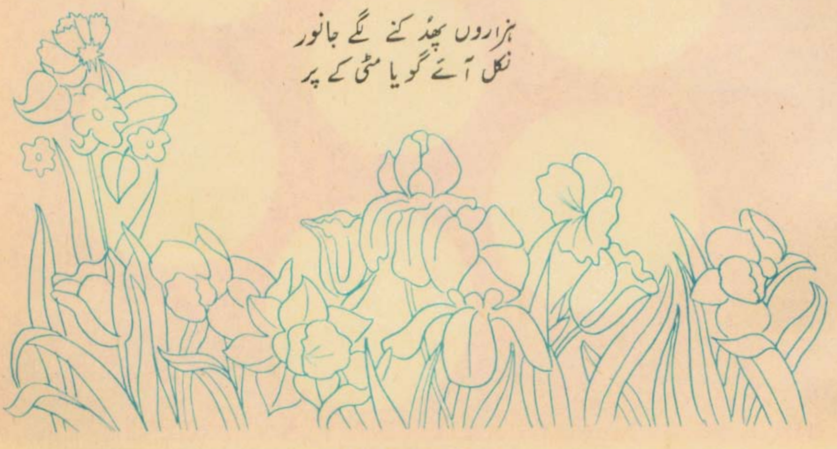

فریبِ نظر

• دائروں کے ان دو مجموعوں میں سے کونسا درمیانی دائرہ بڑا ہے۔

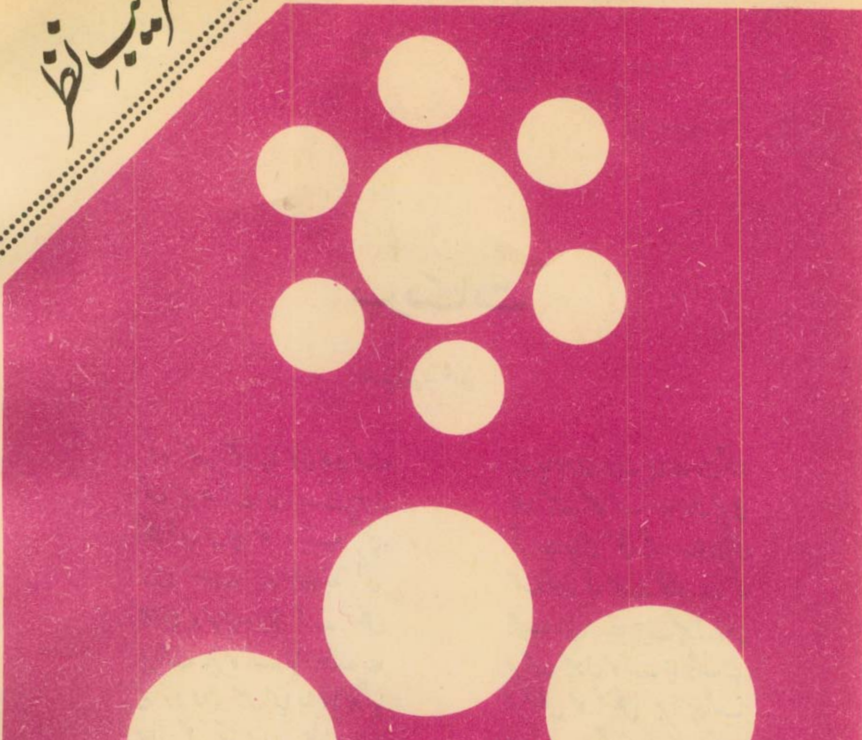

کیا کیوں کیسے؟

طارق لطیف

ایٹم کتنا بڑا ہے؟

سب سے پہلے تو ہمیں اپنے ذہن میں یہ بات واضح کرلینی چاہیے کہ سائنس کے میدان میں روز افزوں ترقی و تحقیق کے سبب آج ہم ایٹم کے بارے میں جو کچھ جانتے ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ علم کل کو بدل جائے۔ لفظ "ایٹم" یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنیٰ ہیں ناقابل تقسیم۔ پرانے

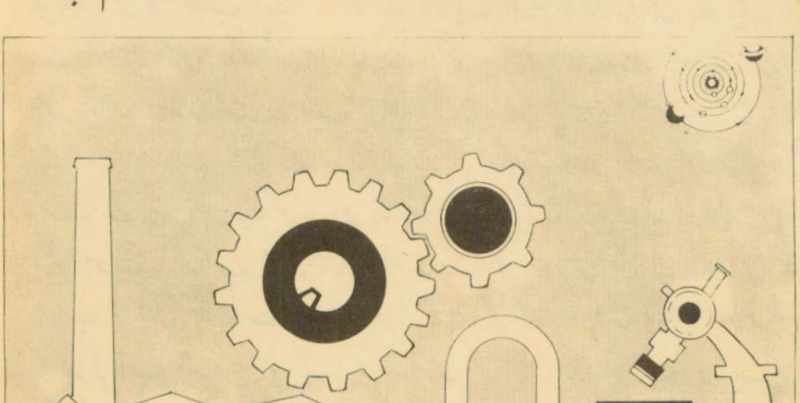

زمانے کے یونانی افراد ایٹم کو کسی چیز کا سب سے چھوٹا ممکنہ زرہ تصوّر کرتے تھے۔ مگر آج ایٹم میں موجود بیس مزید ذرّات دریافت کرلئے گئے ہیں۔ سائنسدان کا خیال ہے کہ ایک ایٹم الیکٹران، پروٹون، نیوٹرون، پازیٹرون، نیوٹرینوز، میزونس اور ہائپرونز پر مشتمل ہے۔ الیکٹران منفی برقی بار کے حامل ہوتے ہیں۔ پروٹون جو الیکٹران سے ۱۸۳۶ گنا بھاری ہوتا ہے مثبت برقی بار رکھتا ہے۔ نیوٹرون جوکہ مزید بھاری ہوتے ہیں کوئی مثبت یا منفی بار نہیں رکھتے۔ پازیٹرون جو الیکٹران کے سائز کا ہوتا مثبت بار رکھتا ہے۔ نیوٹرینو جو الیکٹران سے ۱/۲۰۰۰ گنا چھوٹے ہوتے ہیں کوئی برقی بار نہیں رکھتے۔ پازیٹرون مثبت بھی ہو سکتے ہیں اور منفی بھی جبکہ ہائپرونز، پروٹون سے بڑے ہوتے ہیں۔ یہ تمام ذرّات آپس میں مل کر کس طرح ایٹم بناتے ہیں؟ یہ بات ابھی معلوم نہیں ہوسکی ہے۔ مگر یہ ایٹم مل کر عناصر بناتے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ یہ عناصر —— وزن میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور اسی طرح ان کی گروپ بندی کی جاتی ہے۔ مثلاً ہائیڈروجن کا ایٹمی وزن ایک ہے جب کہ لوہے کا ۵۵۔ اس کا مطلب ہے کہ لوہے کا ایک ایٹم ہائیڈروجن کے ایک ایٹم کے مقابلے میں ۵۵ گنا بھاری ہے۔ مگر یہ دونوں بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ یعنی ہائیڈروجن کے ایک ایٹم کا وزن ملین۔ ملین۔ ملین۔ ملین/۱ گرام کے برابر ہوتا ہے۔ ایٹم کے سائز کے بارے میں آپ کے تصوّر کو مزید واضح کرنے کے لئے ہم آپ کو یہ بھی بتاتے ہیں کہ ایک گرام ہائیڈروجن میں کتنے ایٹم ہونگے۔ اگر آپ ۶ کے آگے ۲۳ دفعہ صفر لگادیں تو آپ کو اس کا جواب حاصل ہو جائے گا۔ اور اگر آپ ان کو گننا شروع کریں اور فرض کریں کہ آپ ایک ایٹم ایک سیکنڈ میں گن لیں گے تو آپ کو ایک گرام ہائیڈروجن کے ایٹم گننے کے لئے ۱۰ ہزار ملین ملین سال درکار ہونگے۔!!

تابکاری کیا ہے؟

آج کی دنیا میں شاید ہی کوئی فرد ایسا ہوگا جس نے تابکاری کے متعلق کچھ نہ کچھ نہ سنا ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ ایٹم بم کے تجربوں سے تابکاری پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج انسانوں کو درپیش مختلف بڑے مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے۔ تابکاری کیا ہے؟ اور یہ انسان کے لئے کیوں ضرر رساں ہے؟ ان سوالوں کے جواب کے لئے ضروری ہے کہ ایٹم کی ساخت کے بارے میں کچھ جان لیا جائے۔ ہر طرح کا ایٹم اپنی ساخت کے اعتبار سے ہمارے نظام شمشی سے مشابہت رکھتا ہے۔ جس میں سورج کی جگہ نیوکلیئس ہوتا ہے اور سیاروں کی جگہ الیکٹران اس کے گرد گھومتے ہیں۔ نیوکلیئس ایک یا ایک سے زائد مثبت بار کے ذرّات سے بنا ہوتا ہے۔ تابکاری اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کسی نہ کسی وجہ سے نیوکلیئس سے ایک یا زائد ذرات خارج ہوتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ ایٹم سے گاما شعاعوں کی شکل میں توانائی خارج ہوتی ہے۔ بعض عناصر سے قدرتی طور پر ذرات خارج ہوتے رہتے ہیں۔ جب ایسا ہوتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ عنصر منتشر Disintegrate ہو رہا ہے۔ جب ذرات خارج ہوتے ہیں تو ایٹم تغیر اور تبدیلی کا شکار ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح ریڈیم جو قدرتی طور پر تابکار عنصر ہے، ذرات خارج کر کے سیسے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ سائنسدان نے اب معلوم کر لیا ہے کہ مصنوعی تابکاری کس طرح پیدا کی جا سکتی ہے۔ چند عناصر کے ایٹموں پر مخصوص ذرات پھینکنے سے انہیں تبدیل اور یوں تابکار بنا دیا جاتا ہے۔ اس طرح ان ایٹموں سے توانائی خارج ہونی شروع ہو جائے گی۔ تابکاری انسان کے لئے کیوں خطرناک ہے؟ آپ ایک لمحے کو ان ایٹموں سے خارج ہونے والے ذرات کا تصوّر کریں۔ ان ذرات میں یہ صلاحیت

ہوتی ہے کہ یہ اپنے راستے میں آنے والے ہر ایٹم کو توڑ کر اس کے کیمیائی خواص میں تبدیلی رونما کر دیتے ہیں۔ للہٰذا یہ اگر انسانی جسم کے کسی حصّے سے ٹکرائیں تو ان میں بھی یقیناً تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ جلد کو جلا کر تباہ کر سکتے ہیں۔ یہ انسان کے خون کے سرخ ذرّوں میں تبدیلی کے علاوہ دیگر تبدیلیاں بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ للہٰذا اگر ایک طرف تابکاری سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں تو دوسری طرف یہ اتنی خطرناک ہے کہ اس سے کئی نقصانات کا احتمال رہتا ہے۔

ایٹمی توانائی کیا ہے؟

ایٹمی توانائی وہ توانائی ہے جو ایٹم سے حاصل کی جاتی ہے۔ ایٹم کے ہر ذرّے میں توانائی موجود ہوتی ہے۔ اور یہی توانائی ایٹم کے ذرّات کو ملا کر رکھتی ہے۔ للہٰذا ایٹمی توانائی میں ایٹمی ذرّات توانائی کا سبب ہوتے ہیں، اور یہ توانائی ایٹم کے توڑنے سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ ایٹم سے توانائی حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک کو "فیوژن" اور دوسرے کو "فیشن" کہتے ہیں — جب فیوژن کا عمل ہوتا ہے تو دو ایٹم مل کر ایک ایٹم بناتے ہیں۔ ایٹموں کے اصل ملاپ سے توانائی کی ایک خاصی بڑی تعداد حرارت کی شکل میں خارج ہوتی ہے۔ سورج کی توانائی جو ایک قسم کی ایٹمی توانائی ہے وہ بھی فیوژن کے عمل کے ذریعے جو کہ سورج میں ہو رہا ہوتا ہے حاصل ہوتی ہے۔ "فشن" کے عمل میں ایک ایٹم دو میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اور یہ عمل ایٹم پر نیوٹرون کے ذرّات پھینکنے سے کیا جا سکتا ہے۔ کوئی ایٹم ان ذرّات کے پھینکنے کی وجہ سے ہر وقت تقسیم نہیں ہوتا۔ بلکہ درحقیقت ہر ایٹم کو توڑا بھی نہیں جا سکتا۔ مگر یورانیم اور پلوٹونیم کے ایٹموں کو مناسب حالات کے تحت توڑا جا سکتا ہے۔ یورانیم کی ایک قسم جسے ۲۳۵-U کہا جاتا ہے

نیوٹرون پھینکنے سے دو میں تقسیم ہو جاتا ہے اور کیا آپ کو معلوم ہے اس عمل سے کتنی توانائی خارج ہوتی ہے۔ ایک کلو گرام U-۲۳۵ سے جو توانائی حاصل ہوتی ہے وہ اس توانائی سے جو ایک کلو گرام کوئلہ جلانے سے حاصل ہو دس لاکھ گنا زیادہ ہوتی ہے۔ یورانیم کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے سے سمندری یا ہوائی جہاز چلایا جا سکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مستقبل میں ایٹمی توانائی انسان کے لئے توانائی حاصل کرنے کا ایک اہم اور بڑا ذریعہ ہوگی۔

پاکؔ وطن ہے باغیچہ ......

احمد بلال ہاشمی
قبال نگر۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

پاک وطن ہے باغیچہ اور ہم ہیں اس کے پھول

ہم شاہین وطن کے ہم سے اُونچی اس کی شان
ہمت، جرأت، محنّت، عظمت یہ اپنی پہچان
ہم متوالے اس دھرتی کے ہم ہی اس کا مان
یہ سورج یہ چاند ستارے، قدموں کی ہیں دھول
پاک وطن ہے باغیچہ اور ہم ہیں اس کے پھول

اَمن، محبّت، علم اخوّت اپنا ہے پیغام
دیس کی خدمت کرتے رہنا اپنا ہے یہ کام
سارے جگ میں عزت پائے اس دھرتی کا نام
اس دھرتی کا پتھر ہیرا اس کا کانٹا پھول
پاک وطن ہے باغیچہ اور ہم ہیں اس کے پھول

سب سے محکم عزم ہمارے ہم ایسے جانباز
سب سے اونچے عَلَم ہمارے، اس پر ہم کو ناز
ساتھ خدا کا کرم ہمارے، یہ ہی اپنا راز
جو بھی ہم کو کم تر سمجھے یہ ہے اس کی بھول
پاک وطن ہے باغیچہ اور ہم ہیں اس کے پھول

زلزلے سے کے پی ٹی کا ٹاور ہل گیا

جہاز شیڈز اور تنصیبات محفوظ رہیں

کیماڑی میں بھی زلزلہ کے جھٹکے محسوس کئے گئے

آئل ٹینکر محفوظ رہے تھانہ جیکسن میں ہنگامی حالت

ایسا محسوس ہوا کہ کمرے میں جن آگیا

محمد سلیم مغل

زلزلہ اور زمینی تغیّرات

زلزلہ کو انگریزی میں ارتھ کوئیک (EARTH QUAKE) اور ہندی میں بھونچال کہتے ہیں۔ ایک بار کسی نے ایک شاعر سے پوچھ لیا کہ بھونچال کیوں آتا ہے؟ تو جواب میں شاعر نے یہ شعر سنادیا کہ

قبر میں عاشق ناشاد جب کروٹ بدلتے ہیں
زمیں صدمے سے ہلتی ہے اسے بھونچال کہتے ہیں

اسی طرح بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زمین کے نیچے ایک گائے ہے جو ہماری زمین کو اپنے ایک سینگ پر اٹھائے ہوئے ہے۔ گائے جب تھک جاتی ہے تو زمین کو ایک سینگ سے دوسرے سینگ پہ منتقل کرتی ہے۔ بس اسی منتقلی میں زمین ہلتی ہے۔ جس کے جھٹکے ہم لوگ محسوس کرتے ہیں۔ یہی جھٹکے زلزلے کہلاتے ہیں۔ زلزلے سے متعلق یہ اور ایسے ہی دوسرے بہت سے فرسودہ نظریات اُس دور کی پیداوار ہیں جب انسان آج کی طرح باخبر نہیں تھا اور نہ ہی سائنس نے اتنی ترقی کی تھی۔

زلزلہ، آتش فشاں، چٹانوں کی ٹوٹ پھوٹ، زمین کے بعض حصّوں کا سرکنا اور اسی طرح زمین پر رونما ہونے والی دیگر جغرافیائی تبدیلیوں کی حقیقت کیا ہے؟ اور ایسا

زلزلے کے نتیجے میں زمین شق ہوگئی بستی اُجڑ گئی

کیوں ہوتا ہے آیئے مختصراً اسے سمجھنے کی کوشش کریں۔

یہ تو آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہماری زمین ایک گولے کی طرح ہے اور زمین کے چاروں طرف سوائے لامحدود خلاء کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ زمین کی طرح کے اور بھی بہت سے گولے اس خلاء میں تیر رہے ہیں جن میں سے بعض کو ہم ستاروں اور سیّاروں کے مختلف ناموں سے جانتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے ستارے اور سیّارے تو ہماری آنکھ دیکھ لیتی ہے لیکن کائنات کے لاتعداد راز و رموز ابھی تک انسان کی نظر سے پوشیدہ ہیں اور انہیں بڑی بڑی دوربینیں بھی نہیں دیکھ پاتیں۔ انسان کی نظر سے پوشیدہ انہی خزانوں کی تلاش کے لئے انسانی کوششیں جاری ہیں۔ اسی کوشش و جستجو کا نام "تحقیق" اور اس میدان میں انسان کے کام آنے والے علم کا نام ہی "سائنس" ہے ..

خلاء کی بیکرانی سے نکل کر اب اپنی زمین پر آیئے اور اس کا جائزہ لیجئے .. آپ دیکھیں گے کہ اس زمین پر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے کہیں بلند و بالا پہاڑ بنا دیئے ہیں اور کہیں چٹیل میدان۔ اسی طرح کہیں حدِّنظر تک زمین کو پانی سے ڈھانپ دیا ہے اور کہیں مٹی کے خشک ٹکڑوں کو پانی پر تیرا دیا ہے یہ آبشاریں، یہ دریا یہ جھیلیں اور یہ سمندر ... پہاڑ اور چٹانیں جنگل اور جزیرے یہ سب ہی کچھ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

ایک لمحے کو سوچیئے کہ زمین پر نظر آنے والی یہ ساری چیزیں کیا کسی ایک حکم پر بن کر تیار ہوگئی تھیں؟ بے شک اللہ چاہے تو یہ سب کچھ پل بھر میں ممکن ہے مگر تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ پہاڑوں، اور دریاؤں، سمندروں اور میدانوں کی موجودہ شکلیں ان گنت سالوں بلکہ صدیوں میں کہیں جاکر بنی ہیں بلکہ اب بھی ان کی موجودہ صورتوں میں تبدیلی کا غیر محسوس عمل جاری ہے۔ کبھی غور سے گلوب کو دیکھئے آپ کو سمندر کی لامحدود وسعتوں میں خشکی کے بڑے بڑے ٹکڑے پھیلے ہوئے نظر آئیں گے۔ زمین کے یہی مختلف ٹکڑے برّاعظم کہلاتے ہیں شاید آپ آج تک اسی غلط فہمی میں مبتلا ہوں کہ برّاعظموں کی جو موجودہ شکل ہم گلوب اور اٹلس میں دیکھتے ہیں یہی شکل ازل سے چلی آرہی ہے لیکن ایسا نہیں ہے .. سائنس دانوں نے برسہا برس کی تحقیق سے یہ ثابت کردیا ہے کہ کبھی زمین کے یہ خشک ٹکڑے باہم مربوط تھے اور یہ خشکی کا ایک بہت بڑا حصّہ ہوا کرتے

تھے۔ پھر ہوا یوں کہ آہستہ آہستہ زمین میں غیر محسوس تبدیلیاں رونما ہونے لگیں اور خشکی کا یہ حصّہ ٹوٹتا رہا یہاں تک کہ ٹوٹ کر اس کے کئی ٹکڑے ہو گئے اور یہ ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے گئے ... ٹوٹ پھوٹ کی ان وجوہات کا جائزہ ہم بعد میں لیں گے پہلے ایک دلچسپ بات آپ کو بتاتے ہیں۔ آپ موجودہ برّاعظموں کی تصاویر، بالکل صحیح نقشے، جمع کریں اور پھر اپنے ــــ ان ٹکڑوں کو ملانے کی کوشش کریں آپ دیکھیں گے تمام برّاعظم آپس میں اس طرح ایک دوسرے سے مل جائیں گے جیسے کسی پزل کے علیحدہ علیحدہ ٹکڑے مل کر ایک شکل بن جاتے ہیں آپ غور سے دیکھئے آپ کو ہمارے دعوے کی صداقت پر یقین آجائے گا۔

زلزلے سے زمین کا بڑا حصّہ دھنس گیا۔

پہاڑ کیسے بنے؟ یہ بھی ایک دلچسپ حقیقت ہے ... جس طرح زمین ٹکڑوں کی صورت میں علیحدہ ہو کر برّاعظم بن گئی اسی طرح جہاں زمین کے دو مختلف حصّے ایک دوسرے کے قریب آئے یا باہم ــــ ٹکراتے ہوئے ایک دوسرے میں مدغم ہوتے رہے وہاں پر پہاڑ بن گئے۔

شاید آپ اب تک حیران ہوں آیئے ہم آپ کی حیرت کو ایک مثال کے ذریعہ کم کئے دیتے ہیں.. آپ کوئی بھی ایسی چیز لے لیں جس میں دبنے کی گنجائش ہو یا جسے آپ دبا سکیں مثلاً ایک غبارہ، گیند، فوم یا کچھ اور آپ اس چیز کو زمین پر رکھ کر اس کی

اونچائی ناپ لیں اس کے بعد اُسی چیز کو دونوں طرف سے دبانا شروع کردیں۔ آپ دیکھیں گے کہ اُسکی اونچائی میں اضافہ ہورہا ہے ... نہ صرف اونچائی بلکہ اگر نیچے کی سطح سخت نہیں ہے تو وہ چیز جس قدر اونچی ہوتی جائے گی اس قدر نیچے کی طرف بھی بڑھتی رہے گی.... بالکل یہی حال پہاڑوں کا ہے یہ جس قدر اوپر اٹھے ہیں اُسی قدر زمین یا سمندر کے اندر کی طرف بھی دبے ہوتے ہیں .. یہ ہمالیہ اور کے ٹو یہ نانگا پربت اور کلمنجارو اور اسی طرح دنیا کے اور بہت سے مشہور پہاڑ ان سب کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے اسی ارتقائی عمل کے ذریعہ کی ہے۔

زلزلے اور ان کی وجوہات۔ زمین کی ٹوٹ پھوٹ اور اس کے تغیّر و تبدّل میں زلزلوں کا بھی بہت بڑا حصّہ ہے .. ہم مضمون کی ابتدا، میں بتا چکے ہیں کہ زلزلے کی وجوہات نہ تو عاشقوں کی کروٹ ہے اور نہ ہی گائے کی ہل جل بلکہ سائنس دانوں کے نزدیک زلزلے کے اصل محرکات تین ہیں۔ آیئے ان کا جائزہ لیں۔

زمین کی تہوں کا اپنی جگہ سے کھسکنا اور ٹکرانا: پہلی بات تو یہ ذہن میں رکھیں کہ زمین کا قطر تقریبًا چار ہزار میل ہے یعنی کہیں سے بھی زمین کے اندر (بالکل درمیان) کا فاصلہ ناپیں تو وہ چار ہزار میل (تقریبًا) بنے گا۔ چار ہزار میل کا یہ فاصلہ تین حصّوں میں تقیم ہے .. پہلے اور سب سے گہرے حصّے کو CORE کہتے ہیں، اس حصّے کو سب سے سخت اور ٹھوس حصّہ کہا جاتا ہے جو فولاد اور نکل پر مشتمل ہے .. دوسرا حصّہ MENTALE کہلاتا ہے جبکہ تیسرا حصّہ CRUST کہلاتا ہے۔ CRUST دراصل سطح زمین سے لے کر زمین کے اندر دس سے پچیس میل تک کا حصّہ ہے اور سطح زمین پر رونما ہونے والے تمام تغیّرات اور تبدیلیوں کے اصل محرّکات اسی ۱۰ سے ۲۵ میل تک کی زمین کے اندر موجود ہوتے ہیں۔

یہ بات جان لینے کے بعد کہ زمین کے سارے تغیّرات صرف CRUST کے حصّے میں ہوتے ہیں، اب آپ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ بظاہر ایک سی نظر آنے والی زمین کئی تہوں سے مل کر بنی ہے جنہیں ہم PLATES بھی کہتے ہیں۔

یہ تہیں بظاہر یکجا ہونے کے باوجود علیحدہ علیحدہ بھی ہیں جو اپنی اپنی جگہ سے سرکتی بھی ہیں اور ایک دوسرے سے ٹکراتی بھی ہیں۔ تہوں کے ہلنے جلنے کی کئی وجوہات ہیں، مثلًا زمین کی نرمی یا سختی بیرونی موسموں کے اثرات، زمین کی اندرونی کیفیت، لاوا گیس وغیرہ

تہوں کے ہلنے جلنے سے زمین کی سطح پر جھٹکے محسوس ہوتے ہیں جو شدید ہونے کی صورت میں بڑے نقصانات کا باعث بھی ہو جاتے ہیں۔

تہوں کے اندر چٹانوں کی ٹوٹ پھوٹ: تہوں کے اندر چٹانوں کے ٹوٹ پھوٹ زلزلے کی دوسری بڑی اور اہم وجہ ہے یہ ٹوٹ پھوٹ بھی زمین کے نرم حصّوں کی وجہ سے، بارشوں کی وجہ سے اور آتش فشاں کی وجہ سے ہوتی رہتی ہے۔ معمولی سطح پر ہونے والی ٹوٹ پھوٹ تو انسان محسوس نہیں کر پاتا لیکن اگر یہی عمل بہت بڑے حصّے میں ہو تو زمین پر زلزلے کے جھٹکے محسوس ہونا فطری بات ہے۔

آتش فشاں: ہم نے گزشتہ شمارے میں آتش فشاں کا تفصیلی جائزہ لیا تھا کہ کس طرح لاوا بنتا ہے اور پھر گیس پانی زمین کی گرمی، اور پگھلی ہوئی چٹانیں کس طرح لاوے کی صورت میں زمین کے حصّے حصّے کو چیرتی پھاڑتی ہوئی باہر نکل آتی ہیں اور زمین پر تباہی مچاتی ہیں۔ آتش فشاں گو بڑے بڑے زلزلوں کا محرک ثابت نہیں ہوتا تاہم زلزلوں کی بڑی وجوہات میں سے آتش فشاں ایک اور اہم ہے

ماہرین نے زمین میں بعض ایسی جگہوں کا پتہ چلا لیا ہے جہاں پر ان کے خیال میں زمین میں ایسا نقص موجود ہوتا ہے جو کسی بھی وقت زلزلے کا باعث بن سکتا ہے۔۔ ایسے ہی علاقوں میں پاکستان کا بھی ایک حصّہ شامل ہے جو "چمن فالٹ" کہلاتا ہے۔ چمن فالٹ دراصل ایک جغرافیائی پٹی ہے جو مکران کے ساحل سے لے کر بلوچستان کی سرحد سے ہوتی ہوئی سرحد اور اس سے آگے نکل جاتی ہے۔ بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ کراچی میں زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے جاتے ہیں مگر کہا جاتا ہے کہ اس زلزلے کا مرکز راجستان یا اور کوئی علاقہ تھا... بظاہر یہ عجیب سی بات ہے کہ مرکز راجستان تھا مگر جھٹکے دوسرے علاقوں میں محسوس ہوئے ... یہ بات بھی سمجھ لیجئے۔ مثلاً راجستان میں زمین کے نیچے تہوں میں حرکت ہوئی یا چٹانیں اب اس ٹوٹ پھوٹ سے جو جھٹکے محسوس ہوئے وہ لہروں کی شکل میں چاروں طرف پھیل گئے۔ لہریں چونکہ بل کھاتی ہوئی سفر کرتی ہیں اس لئے جہاں زمین اس لہر کی زد میں آجاتی ہے۔ وہاں وہاں یہ جھٹکے محسوس کئے جاتے ہیں.. پھر یہ بات بھی سمجھ لیں کہ جہاں اونچی عمارات اور گھنی آبادیاں ہیں وہاں پر دیگر علاقوں

کی نسبت یہ جھٹکے جلدی اور آسانی سے محسوس کئے جاتے ہیں۔

زلزلے کے جھٹکے محسوس کرنے اور ریکارڈ کرنے والی مشین کو زلزلہ پیما کہتے ہیں۔
اب تو جدید ترین مشینیں آگئی ہیں جنہیں سمجھنا اور سمجھانا آسان نہیں .. بس اسے یوں سمجھ لیں کہ ایک مشین زمین کے اندر گہرائی تک گاڑھ دی جاتی ہے جو زمین کی معمولی سی حرکت کو بھی محسوس کرتی ہے اور باہر کاغذ پر جھکے ہوئے قلم کو بھی ہلا دیتی ہے، قلم کے ہلنے سے کاغذ پر ٹیڑھے میڑھے خطوط بن جاتے ہیں یہ خطوط اگر ایک خاص حد میں بنتے

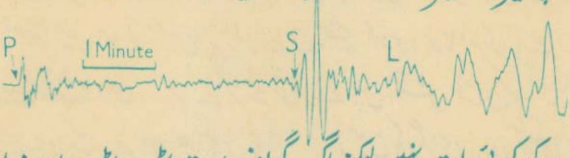

رہیں تب تو خطرے کی کوئی بات نہیں لیکن اگر یہ گراف بہت بڑے بڑے اور زیادہ بننے لگیں تو شدید زلزلے کا خطرہ سمجھا جاتا ہے۔ جہاں پر زمین سخت اور کوہستان زیادہ ہوں وہاں زلزلوں کی نوعیت بھی شدید ہوتی ہے۔ شورہ دار اور ریگستانی زمین میں مسامات کھلے ہوتے کے باعث زلزلے کا زور کم محسوس ہوتا ہے۔ بعض دفعہ تو زلزلہ سے زمین شق ہو جاتی ہے اور اس میں سے پانی کے چشمے بہہ نکلتے ہیں۔

پاکستان اور بھارت کے علاقوں میں بھی کئی بار شدید نوعیت کے زلزلے آچکے ہیں۔
۱۵ جنوری ۱۹۳۴ کو بہار (بھارت) میں بھی ایک سخت زلزلہ آیا تھا جس سے ہزار ہا جانیں تلف ہو گئی تھیں۔ اس زلزلے میں کہیں زمین شق ہو گئی۔ کہیں آبادیاں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ ایک عجیب واقعہ یہ بھی رونما ہوا کہ ایک مولوی صاحب زلزلے کے وقت مسجد سے نکل کر کھیتوں کی طرف بھاگے۔ زمین شق ہوئی اور مولوی صاحب زمین میں غائب ہو گئے پھر زلزلہ آیا اور مولوی صاحب چند منٹ بعد اچھل کر باہر نکل آئے اور معجزانہ طور پر بچ گئے۔ مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ "اس وقت زمین پہیوں کی مانند چل رہی تھی اور بڑی خوفناک آوازیں آرہی تھیں۔"

زلزلے کا علمی جائزہ اور انسانی زندگی میں رونما ہونے والے بڑے بڑے زلزلوں اور ان کے نقصانات کا تاریخی جائزہ ہم انشاءاللہ آئندہ کسی وقت آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔

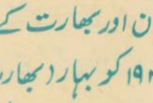

آئیے بنیں "آرٹسٹ"

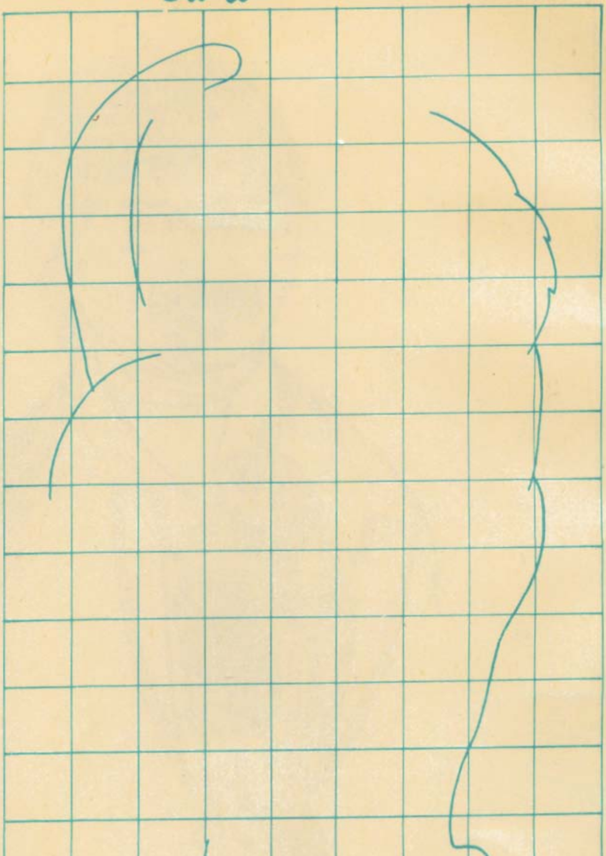

چھوٹے خانے میں بنی ہوئی بلّی کو بغور دیکھیے اور انہی لائینوں کی مدد سے بڑے خانے میں اسی طرح کی بلّی بنائیے۔ ڈرائنگ سیکھنے کا یہی بنیادی اصول ہے۔

ماہ جولائی کے "آنکھ مچولی" میں جاوید میانداد کے انٹرویو کی اشاعت کے بعد ہمارے ایک طالب علم ساتھی عارف یحییٰ نے دارالامان سوسائٹی کراچی سے ملک کے اس مایہ ناز کھلاڑی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے یہ تصویر ہمیں روانہ کی ہے —— یہ تحفہ ہم جوں کا توں جاوید میانداد کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

۴۰ روپے کی خصوصی بچت۔ دوھرا فائدہ

ماھنامہ آنکھ مچولی کے ۱۲ شماروں کی سالانہ قیمت (مع خصوصی شمارے و رجسٹری ڈاک خرچ) ۱۱۰ روپے ہوتی ہے لیکن اگر آپ ہماری خصوصی بچت اسکیم کے تحت ماہنامہ آنکھ مچولی سال بھر کے لئے منگوائیں گے تو آپ کو دو فائدے ہوں گے۔

رجسٹرڈ ڈاک سے منگوانے کی صورت میں زرِ سالانہ ۱۱۰ روپے کے بجائے صرف ۷۰ روپے ادا کرنا ہوگا۔ اس طرح آپ کو ۴۰ روپے کی خصوصی بچت ہوگی۔ عام ڈاک سے منگواتے کی صورت میں آپ کو صرف ۴۰ روپے ادا کرنا ہوں گے

آنکھ مچولی کے حصول کے لئے آپ ہر طرح کی زحمت سے بچ جائیں گے اور گھر بیٹھے ہر شمارہ مارکیٹ میں آنے سے قبل آپ کو بذریعہ ڈاک ارسال کر دیا جائے گا۔

آپ چاھیں تو زرِ سالانہ بذریعہ منی آرڈر بھی بھجوا سکتے ھیں۔ چیک قابل قبول نہ ھوگا

رجسٹرڈ ڈاک خرچ سمیت زرِ سالانہ ۷۰ روپے ۔ عام ڈاک خرچ سمیت زرِ سالانہ ۴۰ روپے

میں مبلغ ــــــــ روپے (زرِ سالانہ) کے عوض ماہ ــــــــ سے ماہنامہ آنکھ مچولی کی خصوصی بچت اسکیم میں شامل ہونا چاہتا / چاہتی ہوں۔ مجھے آنکھ مچولی وی پی کر دیجئے۔

نام و پتہ: ــــــــــــــــــــــــــــــــ

تاریخ ــــــــــــ دستخط ــــــــــــ

اُڑن طشتریاں کیا ہیں

جب موسم بالکل صاف ہو تو آسمان پر بہت سی عجیب و غریب چیزیں نظر آتی ہیں روشنی کے چمکتے ہوئے حلقے وغیرہ، جب ہوا میں برف کے صاف شفاف ریزے تیرتے ہوں تو ان پر سورج کا عکس پڑنے سے طشتری جیسی شکل نظر آتی ہے، موسمی تبدیلی کا کھوج لگانے کے لئے فضا میں چھوڑے جانے والے غباروں پر جب سورج کی شعاعیں پڑتی ہیں تو وہ بھی طشتری کی طرح نظر آتے ہیں،

سب سے چھوٹا جانور

دنیا کا سب سے چھوٹا جاندار خردبین سے ہی دیکھا جا سکتا ہے، یہ چوہے کی طرح ہوتا ہے اور کیڑے مکوڑے کھاتا ہے، یہ اتنا کمزور ہوتا ہے کہ اگر آپ اسے پکڑ کر اٹھائیں تو اس کی ہڈیاں ٹوٹ سکتی ہیں، اس کا نام شریو (SHREW) ہے۔

رومی

بھیس

بدلتا

ہے

رومی فلم شو سے نکلتے ہی اغوا کر لیا جاتا ہے ...

موٹا گرو حکم دیتا ہے —— اسے سمندر میں پھینک دیا جائے .....

... مگر .... پھر کیا ہوا؟ آنکھ مچولی کے آئندہ شمارے میں پڑھئے۔

عظیم سرور کا سلسلے وار دلچسپ ناول

رُومی بھیس بدلتا ہے

ستمبر ۸۶ء سے آنکھ مچولی پڑھنے والوں کی خدمت میں

نیا پرتجسس اور خوبصورت سلسلہ (ادارہ)

آؤ ملائیں ہاتھ

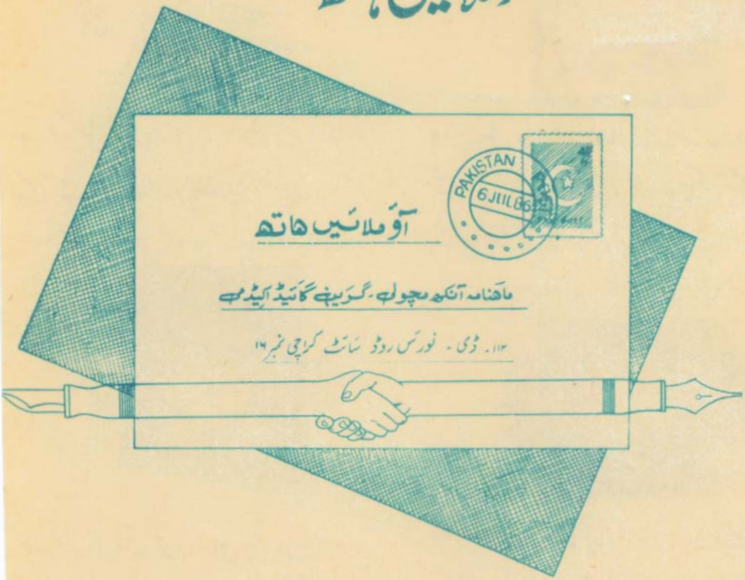

۱۔ عظیم مغل گیارہ سال جماعت ہشتم مشاغل، پڑھنا لکھنا، بڑے ہو کر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں، پسندیدہ مضمون، تاریخ و سائنس،

پتہ:۔ مغل میڈیکل اسٹور کنری ستھر پارکر

۲۔ محمد شاہد دس سال جماعت پنجم، مشاغل اچھی کہانیاں پڑھنا، بڑے ہو کر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں، پسندیدہ مضمون، انگریزی

پتہ:۔ عبدالکریم مکان نمبر ای/۱۴۳، ۲ گلی نمبر ۲ پکا قلعہ حیدرآباد

۳۔ عبدالحق سترہ سال جماعت دہم، مشاغل، اچھی کتب کا مطالعہ، پسندیدہ مضمون، سائنس

پتہ: گلف زرہاؤس شاہ مارکیٹ بازار بھائی پھیرو پنجاب

۴۔ محمد فاروق چودہ سال، جماعت نہم مشاغل، رسالے پڑھنا، بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں، پسندیدہ مضمون، اردو،

پتہ: محمد وارث سالٹ مائین ہسپتال کھیوڑہ ضلع جہلم

۵۔ س۔م۔ دانش سات سال جماعت دوم مشاغل، مضمون نگاری، بڑے ہوکر پائیلیٹ بننا چاہتا ہوں، پسندیدہ مضمون، حساب،

پتہ: ایف ۷/۳۲۴ گلزار حبیب کالونی گلی نمبر ۲۹ اورنگی نمبر ۵ کراچی

۶۔ سہیل ولیم بارہ سال جماعت ساتویں مشاغل، فٹبال کھیلنا، بڑے ہوکر شکاری بننا چاہتا ہوں، پسندیدہ مضمون، اردو

پتہ: مکان نمبر ۳۶/۱۷۵ ڈرگ روڈ کراچی نمبر

۷۔ خالد محمود خان گیارہ سال جماعت ششم مشاغل، کہانیاں پڑھنا، بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں، پسندیدہ مضمون، ریاضی

پتہ: دکان نمبر ۳۰۴ مین بازار بھکر

۸۔ کاشف کمال دس سال جماعت پنجم مشاغل، فوٹوگرافی، بڑے ہوکر انجنیر بننا چاہتا ہوں، پسندیدہ مضمون، سائنس

پتہ: ۱۴۳۶/۱۳۰/۴ ہتال سنگھ اسٹریٹ کوئٹہ

۹۔ محمد عثمان بارہ سال جماعت پنجم مشاغل
فٹبال کھیلنا، بڑے ہوکر آرمی میں ڈاکٹر بننا
چاہتا ہوں، پسندیدہ مضمون معاشرتی علوم
پتہ: ۱/۱ اے گیس ٹربائن اسٹیشن، نشاط آباد فیصل آباد

۱۰۔ شہزادا احمد مرزا چودہ سال جماعت نہم
مشاغل، مطالعہ کرنا، بڑے ہوکر پائلیٹ بننا
چاہتا ہوں، پسندیدہ مضمون، سائنس،
پتہ: مکان نمبر جی / ۲۰۴ ڈرگ کالونی نمبر ۱ کراچی

۱۱۔ منظہر اقبال سترہ سال جماعت دہم
مشاغل، قلمی دوستی، بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا
چاہتا ہوں، پسندیدہ مضمون سائنس
پتہ: مکان نمبر ۳۳۸ بلاک نمبر ۳۰ II اے ٹاؤن شپ لاہور نمبر ۴۰

۱۲۔ خالد محمود سولہ سال جماعت ہشتم
مشاغل، مطالعہ کرنا، بڑے ہوکر انجینئر بننا چاہتا
ہوں، پسندیدہ مضمون، انگلش
پتہ: محمد دین کریانہ مرچنٹ چوک ٹکسالی گیٹ لاہور

۱۳۔ مالک الرحمٰن سولہ سال جماعت دہم
مشاغل، قلمی دوستی، بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا
چاہتا ہوں، پسندیدہ مضمون ریاضی
پتہ: پوسٹ آفس چھٹہ خیل تحصیل و ضلع کرک

۱۴۔ عامر رؤف گیارہ سال جماعت ہفتم
مشاغل، معلوماتی کتابیں پڑھنا، بڑے ہوکر
پائلیٹ بننا چاہتا ہوں، پسندیدہ مضمون
انگلش
پتہ: پلاٹ نمبر ۱۲ چونیاں منڈی صدر بازار لاہور کینٹ

NEW IMPROVED FORMULA

FINIS®

TRIPLE S insecticide

THREE NEW FEATURES

SUPER PERFUME

SUPER MATIC • SUPER POWER

ORIENT

۱۵۔ محمد اسلم تیرہ سال جماعت ہشتم، مشاغل کرکٹ کھیلنا، بڑے ہوکر انجنیئر بننا چاہتا ہوں، پسندیدہ مضمون، سائنس

پتہ:۔ ۲/۲۔۱۰ ایچ III ناظم آباد نمبر ۳ کراچی

۱۶۔ ملک عبدالقیوم پندرہ سال جماعت ہشتم مشاغل، قلمی دوستی، بڑے ہوکر چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ بننا چاہتا ہوں، پسندیدہ مضمون، الجبرا

پتہ:۔ ملک اللہ دیا کریانہ مرچنٹ مین بازار ضلع گوجرانوالہ

۱۷۔ نوشاد عالم چودہ سال جماعت ہفتم مشاغل، بلیوں کو مارنا، بڑے ہوکر فلمی ہیرو بننا چاہتا ہوں، پسندیدہ مضمون، حساب

پتہ:۔ ڈی۔ ۹۹ سیکٹر ۱۱ اورنگی ٹاؤن کراچی،

۱۸۔ محمود حسین گیارہ سال جماعت ششم مشاغل، اچھی کتب کا مطالعہ، بڑے ہوکر ملک کی خدمت کرنا چاہتا ہوں، پسندیدہ مضمون، حساب،

پتہ:۔ ۴۔ڈی ۶۳/۱ لانڈھی نمبر ۶ کراچی نمبر ۳۰

براہ کرم طالبات قلمی دوستی کے لئے کوپن نہ بھجوائیں۔
نامکمل کوپن اور خراب تصاویر ناقابل قبول ہوں گی۔

کوپن اور تصویر کے بغیر قلمی دوستی میں شرکت ممکن نہیں۔
"آؤ ملائیں ہاتھ" صرف اسکول کے طلباء کے لئے مخصوص ہے۔

نام ________ عمر ________ کلاس ________
مشاغل ________ بڑے ہوکر کیا بننا چاہتے ہیں ________
________ اسکول میں پسندیدہ مضمون ________
پتہ ________

ایک صفحہ امی ابو کے لئے

- کیا آپ نے اپنے چھوٹے بچوں کو اپنا نام فون نمبر اور اپنے گھر کا مکمل پتہ اچھی طرح ذہن نشین کروا دیا ہے ؟ اگر نہیں تو آج ہی ذہن نشین کروا دیں. تاکہ خدا نخواستہ گمشدگی کی صورت میں آپ کا بچہ کسی تکلیف کے بغیر گھر واپس آسکے۔
- اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ گھر سے باہر کہیں جانے کا اتفاق ہو تو واپسی میں اپنے بچوں سے کہیں کہ وہ گھر پہنچنے تک آپ کی رہنمائی کریں تاکہ آپ کو یہ اطمینان ہو جائے کہ آپ کا بچہ (خدانخواستہ) گمشدگی کی صورت میں گھر واپس پہنچ سکتا ہے۔

ایک بار کھائیں
بار بار چاہیں
فارم کے تازہ پکے ہوئے بے داغ اور
رسیلے ٹماٹروں سے تیار کردہ
AHMED
AHMED'S
Tomato Ketchup
احمد ٹماٹو کیچپ

Regd. No. M-266 AUGUST 1986
Monthly AANKH MICHOLEE Karachi